نقشِ حیات امام علی بن الحسینؑ

ولادت: ۱۵؍جمادی الاولیٰ سنہ ۳۸ھ
شہادت: ۲۵؍محرّم سنہ ۹۵ھ

نقشِ زندگانی امام زین العابدین علیہ السّلام

ماہ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ کی پندرہویں تاریخ تھی جب مالکِ کائنات نے امام حسینؑ کو پہلا فرزند عطا فرمایا جس کا نام نامی علیؑ قرار پایا۔

اور اس طرح امام حسینؑ کے گھر میں اس نام کے باقی رکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کے گھر میں جو فرزند بھی پیدا ہوا عام طور سے اس کا نام علیؑ ہی رکھا گیا تاکہ اس طرح یہ نام زندہ رکھا جا سکے۔ اس لیے کہ دشمنانِ ایمان کی مکمل کوشش یہی ہوگی کہ یہ نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے جیسا کہ بعد کے حالات سے مکمّل طور پر اندازہ ہو گیا ہے۔

آپ کا لقب زین العابدین، سید الساجدین، سجاد اور ذوالثفنات وغیرہ بے حد شہرت کا مالک ہے۔ کنیت کے طور پر آپ کو ابو محمد کہا جاتا ہے۔

آپ کے زین العابدین ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے آپ کو یہ لقب عطا فرمایا تھا اور اپنی زندگی میں یہ خبر دے گئے تھے کہ روزِ قیامت جب زین العابدین کو آواز دی جائیگی تو میرا ایک فرزند علیؑ بن الحسینؑ لبیک کہتا ہوا بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوگا۔ لیکن اس کی مزید تائید اس واقعہ سے بھی ہو گئی جسے صاحب مناقب اور صاحب شواہد النبوۃ نے نقل کیا ہے کہ آپ نماز تہجد میں مصروف تھے کہ شیطان نے بشکل اژدہا آکر آپ کو اذیت دینا شروع کی اور پیروں کے انگوٹھے کو چبانے لگا لیکن جب آپ نے کوئی توجہ نہ کی تو شکست کھا کر چلا گیا اور ایک آواز غیب آئی: "انت زین العابدین"۔ ظاہر ہے کہ اس آواز کا کوئی تعلق اس اژدھا یا ابلیس سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ندائے قدرت ہے جو اس فتح مبین کے موقع پر بلند ہوئی تھی جس طرح کہ پہلے علیؑ کی میدانی فتح پر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ کی آواز فضائے عرش سے گونج رہی تھی۔

لقب سجاد کے بارے میں بھی روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ ہر معمولی سے معمولی نعمتِ خدا

کے ملنے یا مصیبت کے دفع ہو جانے یا مومنین کے درمیان اصلاح ہو جانے پر سجدۂ شکر کیا کرتے تھے اور اس طرح سجاد کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ کربلا کی قیامت خیز شب میں بھی آپ نے سجدۂ الٰہی کو نظر انداز نہیں کیا اور جس طرح باپ نے زیر خنجر سجدہ کیا تھا اسی طرح آپ نے خاکستر گرم کربلا پر سجدہ کیا ہے۔

آپ کے والد گرامی امام حسین علیہ السلام تھے اور والدہ ماجدہ جناب شہربانو تھیں جنھیں شاہ زنانؑ بھی کہا جاتا ہے اور جن کا انتقال آپ کی ولادت کے بعد دس دن کے اندر ہی ہو گیا تھا۔

جناب شہربانو کے بارے میں یہ ایک عام شہرت ہے کہ یہ دورِ عمر بن الخطاب میں فتوحات کے زیر اثر لائی گئی تھیں اور انھوں نے بطور کنیز فروخت کرنے کا ارادہ کیا تھا تو امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ نے روک کر قیمت ادا کر کے لے لیا تھا اور اپنے فرزند امام حسینؑ سے ان کا عقد کر دیا تھا لیکن ہندوستان کے مشہور مورخ مولانا شبلی نے اس رائے سے اختلاف کیا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ یزدگرد بادشاہ کی بیٹی تھیں جو ۲۱ سال کی عمر میں ۱۲ھ میں تخت نشین ہوا تھا اور مدائن کی وہ فتح جس موقع پر شہربانو کی گرفتاری کا ذکر کیا جاتا ہے ۱۶ھ یا ۱۷ھ میں ہوئی تھی جس وقت یزدجرد کی عمر کل ۲۲ - ۲۴ سال تھی تو اس کی دختر کی عمر کیا ہو گی جسے کنیزی سے بچانے کے لیے فوراً اس کا عقد کر دیا جائے؟ علاوہ اس کے کہ یہ تذکرہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے اور زمخشری تاریخ میں کسی استناد کے مالک نہیں ہیں ——— بات اصل یہ ہے یزدجرد بادشاہ دورِ خلافت عثمان ۳۱ھ میں اصطخر کے فتح ہو جانے کے بعد دربدر پھرتا رہا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے دور میں ایران کی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے حریث بن جابر کو بھیجا اور اس نے وہاں سے مال غنیمت کے ساتھ ان دو شہزادیوں کو بھیجا۔ جن میں سے ایک کا عقد امام حسینؑ کے ساتھ ہوا اور دوسری کا عقد محمد بن ابی بکر کے ساتھ۔ محمد بن ابی بکر کی زوجہ کا نام گیہان بانو تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (بعض علما نے شہربانو نام کی یزدجرد کی بیٹی ہی کا انکار کیا ہے)۔

امام زین العابدینؑ کا زمانۂ ولادت مولائے کائنات کا دورِ خلافت تھا اور اس طرح آپ نے زندگی کے دو سال اپنے دادا کے زیر سایہ گزارے ہیں۔ اس کے بعد ۴۰ھ میں مولائے کائنات کی شہادت ہو گئی تو آپ اپنے پدر بزرگوار اور عم نامدار امام حسنؑ کے ہمراہ رہے جن کی دختر نیک اختر

جناب فاطمہ سے آپ کا عقد ہوا سنہ ۵۰ھ میں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد دس سال اپنے والد محترم امام حسینؑ کے ساتھ گذارے اور ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ سے آپ کا اپنا دور قیادت شروع ہوگیا۔

اس دور میں آپ کو مختلف بادشاہوں اور ظالموں کا سامنا کرنا پڑا سنہ ۶۴ھ تک یزید برسر اقتدار رہا، سنہ ۶۵ھ میں معاویہ بن یزید اور مروان بن الحکم کی حکومت رہی پھر ۶۵ سے ۸۶ تک عبدالملک بن مروان کی حکومت رہی اور ۸۶ سے ۹۶ تک ولید بن عبدالملک تخت حکومت پر قابض رہا جس نے سنہ ۹۵ھ میں آپ کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا۔

آپ کے بچپن کے دور میں چند واقعات نظر آتے ہیں جن سے آپ کی جلالت قدر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے:

● ابراہیم بن ادہم راوی ہے کہ میں نے راہ مکہ میں ایک کمسن بچہ کو مکہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ سواری کیوں نہیں ہے اور زادراہ کا انتظام کیوں نہیں کیا ہے تو اس بچہ نے جواب دیا کہ "زادی تقوای و راحلتی رجلای وقصدی مولای" (میرا زادراہ میرا تقویٰ ہے اور میری سواری میرے دونوں پیر ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے۔

● دوسری روایت میں ہے کہ آپ بیمار ہوئے اور آپ کے پدر بزرگوار امام حسینؑ نے عیادت کرتے ہوئے پوچھا کہ فرزند کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔ تو آپ نے عرض کی کہ خواہش صرف یہ ہے کہ قضاء و قدر الٰہی پر راضی رہوں اور اس کے علاوہ کوئی خواہش نہیں ہے۔ جو وہ چاہتا ہے وہی بہتر ہے اس سے بہتر میں کیا طے کر سکتا ہوں۔ امام حسینؑ نے اس جواب پر گلے سے لگا لیا اور فرمایا کہ میرے لال تمھارا جواب بالکل ابراہیم خلیلؑ سے ملتا جلتا ہے کہ جب ان سے امداد کی پیش کش کی گئی تو انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جس کا محتاج ہوں وہ میرے حالات کو خوب جانتا ہے اور اس کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم رکھنا ہی اپنی ذمہ داری ہے۔

● آپ کی عمر مبارک واقعہ کربلا کے وقت تقریباً ۲۲۔۲۳ سال تھی اور اس دوران آپ کی زندگی کے واقعات بہت کم نظر آتے ہیں اور شائد اس کا راز یہ تھا کہ آپ بزرگوں کے زیر سایہ زندگی گذار رہے تھے اور آپ کی الگ کوئی زندگی نہ تھی جسے خصوصیت کے ساتھ زیر نظر رکھا جاتا۔

واقعاتِ کربلا کے بعد سے آپ کے دور قیادت کا بھی سلسلہ شروع ہوتا ہے اور آپ کے دور مصائب وآلام کا بھی اس لیے اس دور میں آپ کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ اور میرے خیال میں تاریخ بشریت میں کسی شخص نے بھی قیادت کی ذمہ داری ایسے حالات میں نہیں سنبھالی ہے جن حالات میں قدرت نے یہ کام آپ کے سپرد کیا تھا اور حقیقت امر یہ ہے کہ جس طرح آپ نے اس ذمہ داری کو ادا کیا ہے اس کی مثال بھی تاریخ قیادت میں کہیں نہیں ملتی ہے۔

واقعاتِ کربلا کے بعد جب اہل حرم قید شام سے چھٹ کر مدینہ آئے اور مدینہ والوں کو یزید کے مظالم کا اندازہ ہوا تو ایک مرتبہ احتجاج کی آگ بھڑک اٹھی اور اہلِ مدینہ نے یزید کے نمائندہ عثمان بن محمد کو معزول کر کے عبداللہ بن حنظلہ کو حاکم بنا لیا جو جناب حنظلہ کے فرزند تھے جنھیں غسیل الملائکہ کہا جاتا ہے اور جنھیں شہادت کے بعد حسب ارشاد رسول اکرمؐ ملائکہ نے غسل دیا تھا۔

یزید نے اس بغاوت کو دبانے کے لیے بدترین خلائق مسلم بن عقبہ کا انتخاب کیا اور اس نے مدینہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنا لیا۔ اہلِ مدینہ نے دفاع کا ارادہ کیا اور شہر سے باہر مقام حرّہ پر گھسان کا رَن پڑا جس کے نتیجہ میں دس ہزار مسلمان جن میں سات سو حافظانِ قرآن بھی شامل تھے قتل کر دیے گئے اور ہزاروں لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، سارا شہر لوٹ لیا گیا اور تین دن تک مدینہ لشکر یزید پر مباح کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں اگلے سال ایک ہزار ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ یہ واقعہ ۲۷، ۲۸ ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ کو پیش آیا۔ امام سجادؑ ان حالات کے پیش نظر ایک دیہات ینبع کی طرف منتقل ہو گئے تھے جہاں دور حکومت عثمان میں مولائے کائنات رہا کرتے تھے اور لشکر یزید نے بھی سارے مدینہ سے غلامی کی بیعت لینے کے باوجود آپ سے تقاضائے بیعت نہیں کیا اور اس کا سب سے بڑا راز یہ تھا کہ یزید ایک مرتبہ مطالبۂ بیعت کا حشر دیکھ چکا تھا اور اسے معلوم تھا کہ حکومت کی ساری پریشانیاں اُسی ایک مطالبہ کا نتیجہ ہیں لہٰذا اب اس قسم کی غلطی کی تکرار نہیں ہونی چاہیے ورنہ لشکر یزید سے نہ کسی شرافت کی توقع تھی اور نہ کسی عرفانِ امامت کی۔

اس موقع پر مروان جیسے بدترین دشمن نے بھی آپ سے پناہ کی درخواست کی کہ مدینہ مخالف ہو گیا ہے اور میں اپنے بچوں کے لیے خطرہ محسوس کرتا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ میرے گاؤں

بھیج دے میں ان کی حفاظت کا ذمہ دار ہوں اور اس طرح اس شخص کے گھرانے کو پناہ دی جس نے سب سے پہلے قتلِ امام حسینؑ کا اشارہ دیا تھا۔ (تاریخ کامل)

● مسلم بن عقبہ نے شہر کو فتح کر لینے کے بعد آپ کو طلب کیا اور آپ دربار میں گئے تو وہ آلِ محمدؐ کو برا بھلا کہہ رہا تھا لیکن جیسے ہی آپ کو دیکھا تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہایت احترام سے بٹھایا۔ پھر آپ کے جانے کے بعد لوگوں نے اس طرزِ عمل کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ یہ میرا اختیاری فعل نہیں تھا۔ میں ان کی ہیبت کے سامنے اپنی جگہ پر نہ بیٹھ سکا اور مجبوراً تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا۔ (مروج الذہب)

● مدینہ منورہ کو برباد کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے مکہ مکرمہ کا رخ کیا لیکن راستہ ہی میں ملک الموت نے روک لیا اور اس نے حصین بن نمیر کو اپنا جانشین بنا دیا۔ حصین بن نمیر نے چالیس روز تک مکہ کا محاصرہ رکھا اور عبداللہ بن زبیر کو گرفتار کرنے کے لیے خانۂ خدا پر آگ برسائی لیکن وہ گرفتار نہ ہو سکے اور اسی دوران یزید بھی واصلِ جہنم ہو گیا اور شہر کا نقشہ بدل گیا۔ ابن زبیر نے فتح حاصل کر لی اور حصین بن نمیر بھاگ کر مدینہ کی طرف چلا گیا وہاں ایک گاؤں کی طرف غلہ کی تلاش میں جا رہا تھا کہ امام سجادؑ سے ملاقات ہو گئی اور آپ نے اسے غلہ فراہم کر دیا اور پھر قیمت بھی نہیں لی جس کی بنا پر اس نے یزید کے بعد آپ کو خلیفۃ المسلمین بنانا چاہا لیکن آپ نے واضح طور سے انکار کر دیا اور ظاہر ہے کہ جس خلافت کو یزید کا بیٹا برداشت نہ کر سکا اسے فرزند حسینؑ بن علیؑ کس طرح برداشت کر سکتا تھا۔

● ۶۴ھ کے اوائل میں یزید کے فی النار ہونے کے بعد ابن زبیر نے حکومت پر قبضہ کر لیا اور پھر ایک مرتبہ بنی ہاشم کو اذیت دینے کا منصوبہ بنا لیا گیا۔ چنانچہ جناب محمد حنفیہ اور ابن عباس جیسے افراد کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور ایک گھر میں بند کر کے آگ لگا دینے کا پروگرام بنا لیا گیا کہ ادھر جناب مختار کی فوج نے قیام کر دیا اور ان حضرات کی جان بچ گئی۔ ابن زبیر کے مظالم کا یہ عالم تھا کہ امام سجادؑ فتنۂ ابن زبیر سے تحفظ کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور بے حد مغموم رہا کرتے تھے کہ ایک دن ایک بزرگ نے آکر تسلی دی کہ آپ گھبرائیں نہیں جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے لیے مصائب سے بچ نکلنے کا انتظام خود کرتا ہے اور یہ کہہ کر غائب ہو گئے تو ایک ندائے غیب آئی کہ یہ حضرت خضرؑ ہیں جو آپ کی امداد کے لیے آئے ہیں۔ (نور الابصار۔ شواہد النبوۃ)

● یزید کے بعد اس کے فرزند معاویہ بن یزید کو حاکم بنایا گیا لیکن اس کی حکومت چالیس دن یا بقولے پانچ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی اور ادھر حجاز پر ابن زبیر اور عراق پر عبیداللہ بن زیاد نے قبضہ کر لیا اور ملک میں ایک افراتفری پھیل گئی۔

اور اس کا سب سے بڑا راز یہ تھا کہ معاویہ بن یزید نے اپنے خطبۂ خلافت میں اس بات پر زور دیا تھا کہ میرا دادا اور میرا باپ دونوں خلافتِ اسلامی کے لیے نااہل تھے اور ان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ اور حسینؑ بن علیؑ یقیناً اس کے اہل تھے لیکن ان لوگوں نے ان سے حکومت کو غصب کر لیا اور آج قبر کے گڑھے میں پڑے اپنے عذاب کو بھگت رہے ہیں لہٰذا میں ایسی غاصبانہ حکومت کو سنبھالنے کے لیے تیار نہیں ہوں جب کہ امت میں ابھی وارثِ حسینؑ علیؑ بن الحسینؑ زندہ موجود ہیں۔

اس خطبہ کا تمام ہونا تھا کہ ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور مروان نے بات کو دبانے کے لیے کہا کہ آپ غالباً حضرت عمر کی طرح شوریٰ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ خاموش ہو جا، تجھے میرے بیان کی تاویل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمر نے بھی شوریٰ کے ذریعہ حضرت علیؑ پر ظلم کیا تھا اور اب اس ظلم کی بھی تجدید نہیں ہو سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ بن یزید بھی زندہ نہ رہ سکا اور اس کے استاد مقصوص کو بھی زندہ دفن کر دیا گیا کہ اسی نے اسے بہکایا ہے اور ایسے نظریات کی تلقین کی ہے۔ (کیا کہنا ہے اس پروردگار کا جو مُردوں سے زندوں کو نکالتا ہے۔)

● ۲۱ سال کی عمر میں معاویہ بن یزید قتل کر دیا گیا تو خلافت آلِ ابی سفیان سے نکل کر آلِ مروان کی طرف چلی گئی اور ۶۵ھ میں مروان اور اس کے بعد ابن مروان حاکم ہو گیا اور جب جناب مختار اور عبداللہ بن زبیر دونوں قتل ہو گئے تو ۷۳ھ میں پورے ملک کا تنہا مالک ہو گیا۔ حجاج بن یوسف جیسے سفاک اور بے ایمان کو حجاز کا گورنر اور پھر پورے علاقہ کا حاکم بنا دیا جس کے نتیجہ میں اس نے ۱ لاکھ افراد کو قتل کیا اور بے گناہ انسانوں کے قتل کے بغیر اسے سکون نہیں ملتا تھا۔

● عبدالملک بن مروان بے حد ظالم اور سفاک تھا اور اس نے امام سجادؑ کی گرفتاری کا بھی حکم دے دیا تھا لیکن اس کے سرکاری عالم زہری نے خطرہ سے آگاہ کیا کہ اس طرح ملک میں پھر بغاوت پھیل جائے گی تو بنی ہاشم کو معاف کر دیا اور باقی افراد برابر ظلم کا نشانہ بنتے رہے۔

۷۱ھ میں عبدالملک نے عراق میں مصعب بن عمیر کو قتل کرایا اور ۷۳ھ میں حجاج کو عبداللہ بن زبیر کے قتل کے لیے روانہ کیا۔ انھوں نے خانۂ خدا میں پناہ لے لی تو حجاج نے اسے بھی نشانہ بنایا۔ خانۂ کعبہ پر مسلسل سنگ باری کی اور آخر میں جمادی الثانیہ ۷۳ھ میں ابن زبیر کو گرفتار کر کے تہ تیغ کر دیا۔

ابن زبیر کی گرفتاری کے سلسلہ میں خانۂ خدا پر اتنے حملے ہوئے کہ چھت اور دیوار سب تباہ ہو گئے تو حجاج نے اپنے جُرم کی پردہ پوشی کے لیے تعمیرِ نو کا منصوبہ بنایا لیکن جب بنیاد قائم کرنے کا وقت آیا تو ایک سانپ نکل آیا اور اس نے کسی کو قریب نہ آنے دیا۔ یہاں تک کہ امام سجادؑ کو طلب کیا گیا۔ آپ کے آتے ہی سانپ نے راستہ دے دیا اور آپ نے سنگِ بنیاد رکھ کر فرمایا کہ اب تعمیر شروع کرو۔ اب کوئی زحمت نہ ہوگی۔

اس کے بعد جب حجرِ اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو پھر آپ نے اقدام فرمایا، اور اسی طرح حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کیا جس طرح تعمیرِ اوّل کے موقع پر یہ کام سرکارِ دو عالمؐ نے انجام دیا تھا اور دنیا پر واضح ہو گیا کہ آلِ محمدؐ کا رشتہ خانۂ خدا اور حجرِ اسود سے دنیا کے دوسرے انسانوں کے روابط سے بالکل مختلف ہے۔

اور شاید یہی راز تھا کہ جب شہادتِ امام حسینؑ کے بعد لوگوں نے خاندان کے بزرگ ہونے کے اعتبار سے محمد حنفیہ کو امام کہنا شروع کر دیا تو انھوں نے امام سجادؑ کے سامنے یہ پیش کش رکھی کہ اس کا فیصلہ خانۂ خدا میں حجرِ اسود سے کرا لیا جائے تاکہ لوگوں کو حقائق کا صحیح اندازہ ہو جائے۔ چنانچہ دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ پہلے محمد حنفیہ نے سلام کیا اور کوئی جواب نہ ملا تو امام سجادؑ نے سلام کیا اور اس کا جواب مل گیا۔ تو گویا حجرِ اسود نے آپ کی امامت کی شہادت دے دی اور اس طرح مسئلہ امامت بالکل واضح ہو گیا۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی اَنا پر قائم رہنے والے اور مذہب کو جذبات و مفادات سے طے کرنے والے اس کے بعد بھی محمد حنفیہ کو امام مانتے رہے اور ان کے سمجھانے کے باوجود نہ سمجھ سکے جس طرح کہ مولائے کائنات کے مسلسل افہام کے بعد بھی نصیریوں کی سمجھ میں ان کی بندگی نہ آئی اور وہ انھیں خدا ہی کہتے رہے۔

جناب مختار ۶۶ھ میں قید سے نکلے، حکومت حاصل کی اور اس کے صحیح مصرف کی طرف متوجہ ہو گئے۔ شمر، خولی، عمر سعد، قیس بن اشعث، یزید بن سالک، عمران بن خالد، عبداللہ بن قیس، زرعہ بن شریک، سنان بن انس، عمرو بن الحجاج جیسے کربلا کے قاتلوں اور ظالموں کو تہ تیغ کیا۔ ابن زیاد موصل میں گورنر تھا اس کی گرفتاری کے لیے ابراہیم ابن مالک اشتر کو بھیجا انھوں نے اسے وہاں قتل کیا۔ منہال کے ذریعہ امام سجادؑ نے قتل حرملہ کا تقاضا کیا تو اسے بھی فنا کے گھاٹ اُتار دیا، اور اس طرح ابن زیاد اور عمر بن سعد کا سَر امامؑ کی خدمت میں بھیج دیا اور امام سے دعائے خیر حاصل کی اور بنی ہاشم میں ایک طرح کے سلسلۂ عزا کا خاتمہ ہوا۔

جناب مختار نے شرح دیوان مرتضوی کے مطابق ۸۰۰۰۳ دشمنانِ اہلبیتؑ اور قاتلانِ حسینؑ کو تہ تیغ کیا ہے اور اس طرح اپنے کامل جذبہ محبت اہلبیتؑ کا ثبوت فراہم فرمایا ہے، ۱۴ رمضان ۶۷ھ کو آپ کو بھی شہید کر دیا گیا۔

۸۶ھ میں عبدالملک کا بیٹا ولید حاکم بنا اور اسی نے ۹۵ھ میں ۲۵ محرم کو امامؑ کو زہر دغا سے شہید کرا دیا۔ آپ کی شہادت کا یہ اثر ہوا کہ سارے مدینہ میں کہرام برپا ہو گیا اور یتیم و بیوہ و لاوارث سب اپنے والی و وارث کے ماتم میں مصروف ہو گئے۔ انتہا یہ ہے کہ آپ کا ناقہ بھی تین دن تک آپ کی قبر کے قریب سر پٹکتا رہا اور آخر کار دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ازواج

تاریخ میں آپ کی مختلف شریک حیات کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان میں سب سے نمایاں حیثیت جناب فاطمہ بنت حسنؑ کی ہے جنھیں امام محمد باقرؑ کی والدہ گرامی بننے کا بھی شرف حاصل تھا اور باقی سب ام ولد کی حیثیت رکھتی تھیں اور امام کی خدمت میں بے پناہ عظمت کی مالک ہو گئی تھیں۔

اولاد

آپ کے ۱۱ فرزند اور ۴ دختران کا تذکرہ ملتا ہے۔ جن کے اسمار گرامی یہ ہیں:

امام محمد باقرؑ، عبداللہ، حسن، زید، عمر، حسین، عبدالرحمان، سلیمان، علی، محمد اصغر، حسین اصغر، خدیجہ، فاطمہ، علیہ، ام کلثوم۔ (ارشاد مفیدؒ)

جناب زید شہیدؒ

امام محمد باقرؑ کے بعد سب سے نمایاں شخصیت جناب زید کی ہے جو ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۲۱ھ میں ہشام کے مظالم سے عاجز آ کر یکم صفر ۱۲۲ھ کو ۴۰ ہزار ساتھیوں کے ساتھ قیام کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت ابوحنیفہ نے آپ کی بیعت کا اعلان کر دیا، اور اس طرح ایک بہترین لشکر تیار ہو گیا۔ لیکن حکومتِ وقت نے انھیں "امام اعظم" کا لقب دے کر توڑ لیا اور لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ اکثر لوگوں نے جناب زید کا ساتھ چھوڑ دیا جنھیں آپ نے رافضی کے نام سے یاد کیا۔ اور اس لقب کا کوئی تعلق ان کے وفاداروں سے نہیں تھا۔

حکومتی فوجوں سے غضب کا مقابلہ ہوا۔ آخر میں آپ کی پیشانی پر ایک تیر لگا اور اس کے اثر سے شہید ہو گئے، لاش مخفی کر دی گئی، لیکن ظالموں نے ڈھونڈھ نکالا اور سولی پر لٹکا دیا۔ چار سال تک اسی طرح لاش لٹکی رہی۔ چار سال کے بعد سولی سے اُتار کر نذرِ آتش کر دی گئی۔ یہ اور بات ہے کہ چار سال کے اندر بھی کسی طرح کا عیب نہیں پیدا ہوا، اور یہ شہید راہِ خدا کی زندگی کا بہترین ثبوت ہے۔ آپ کا قیام مقام واسط میں تھا اس لیے آپ کی اولاد کو زیدی واسطی کہا جاتا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے فرزند یحییٰ بن زید کو بھی ۱۲۹ھ میں شہید کر دیا گیا اور ان کی لاش کو بھی سولی پر لٹکایا گیا اور آخر میں نذرِ آتش کر کے خاکستر کو فرات میں بکھرا دیا گیا۔

آلِ محمدؐ کی قربانیوں کی داستان سے فرات کا کلیجہ پانی ہو گیا اور ظالموں کے دماغ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وسیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون۔

عبادت

آپ کی عبادت کائنات میں شہرۂ آفاق تھی اور اسی بنا پر آپ کو ہمیشہ زین العابدین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور قیامت میں بھی اسی نام سے پکارا جائے گا۔ یہ اور بات ہے کہ جب

امام محمد باقرؑ نے اس عبادت کی شدت و کثرت سے روکنا چاہا تو فرمایا کہ ذرا وہ صحیفہ تو لے آؤ جس میں میرے جد امیرالمومنینؑ کی عبادتوں کا تذکرہ ہے اور پھر اس صحیفہ کو سامنے رکھ کر فرمایا کہ "من یبلغ ذٰلک" (اس منزل عبادت کو کون پا سکتا ہے؟)۔ اور کیوں نہ ہو۔ اگر آپ کی عبادت نے آپ کو زین العابدین بنا دیا ہے تو امیرالمومنینؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت پر بھاری تھی۔

آپ کی ایک کیفیت یہ تھی کہ وضو شروع کرتے تھے تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا تھا کہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری دینا ہے۔

نماز میں بسا اوقات جسم بید کے مانند لرزتا تھا کہ مالک یوم الدین کی بارگاہ میں کھڑے ہیں۔

ایاک نعبد وایاک نستعین کہہ کر کبھی کبھی اس جملہ کی تکرار فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مدد طلب کی ہے تو اُدھر سے مدد کا وعدہ بھی تو ہونا چاہیے۔

خضوع و خشوع کا یہ عالم تھا کہ فرزند کنویں میں گر گیا تو نماز میں مصروف رہے اور جب نماز تمام ہو گئی تو کنویں سے اپنی امانت کی واپسی کا مطالبہ کیا اور اس طرح بچہ کو نکال لیا کہ دامن بھی تر نہ ہونے پایا تھا۔

خوفِ خدا کی یہ کیفیت تھی کہ نماز میں مصروف تھے اور گھر میں آگ لگ گئی تو نماز کو مختصر نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں جہنم کی آگ کے بجھانے میں مصروف تھا مجھے یہاں کی آگ کی کوئی فکر نہیں تھی اسے تو محلہ والے بھی بجھا سکتے تھے۔

مدینہ میں آپ کا ایک باغ تھا جس میں پانچ سو خرمہ کے درخت تھے جب باغ میں داخل ہوتے تھے تو ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز ادا کرتے تھے کہ پروردگار نے یہ رزق عطا فرمایا ہے اور اسے حوادثِ زمانہ سے تباہ نہیں ہونے دیا ہے۔

آپ نے خاکِ شفا کی ایک سجدہ گاہ بنا رکھی تھی جس پر سجدہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ خاک روزِ قیامت ان سجدوں کی گواہی دے گی۔ (منتہی الآمال)

بسا اوقات نماز میں سورۂ الحمد کی تلاوت کرتے ہوئے مالک یوم الدین کی تکرار فرمایا کرتے تھے اور لرزتے رہتے تھے کہ میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہوں جو روزِ قیامت کا مالک ہے جس کا سارا ملک اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور کسی کا کوئی اختیار نہیں ہے اور مال و اولاد کوئی

کام آنے والا نہیں ہے۔

اخلاق

آلِ محمدؐ میں ہر فرد کا اخلاق ایک انفرادی حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن امام سجادؑ نے اخلاقیات کے مظاہرہ کے ساتھ فلسفۂ اخلاقیات کی بھی ایک دنیا آباد کی ہے جس سے انسان اپنے کردار کی بہترین تعمیر کر سکتا ہے۔

آپ کے سامنے کوئی طالب علم دین آجاتا تھا تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ رسولؐ کی وصیت ہے۔ گویا اس طرح اسلام میں علم دین کی عظمت و اہمیت کا بھی اظہار فرماتے تھے اور طلاب علم دین کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ کاش اہل دولت و اقتدار کے لیے سراپا تعظیم ہو جانے والے افراد کبھی ان غریب طلاب کی طرف بھی ایک نظر عنایت فرما لیتے۔

آپ کے سامنے کوئی سائل بھی آجاتا تھا تو اس کا استقبال فرمایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ شخص وہ ہے جو میرے مال کو دنیا سے آخرت تک پہونچا دیتا ہے اور کسی اُجرت کا مطالبہ بھی نہیں کرتا ہے۔

آپ نے جس ناقہ پر بیٹھ کر حج فرمائے تھے اسے کبھی ایک تازیانہ نہیں لگایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے انتقال کے بعد قبر مطہر پر تین روز تک مسلسل گریہ کر کے دنیا سے رخصت ہو گیا کہ ایسے شفیق و مہربان کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے۔

آپ کی وہ مادر گرامی جنھوں نے آپ کی تربیت فرمائی تھی آپ ان کے سامنے بیٹھ کر بھی کھانا نوش نہیں فرماتے تھے اور جب کسی نے دریافت کر لیا تو فرمایا کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ انھیں میری وجہ سے کسی چیز کے کھانے میں تکلف ہو۔ یا وہ کسی چیز کو پسند کرتی ہوں اور مجھ پر سبقت نہ کرنا چاہتی ہوں اور میں سبقت کر دوں۔

مدینہ میں یزید کے مظالم کے خلاف احتجاج کے موقع پر جب مروان اور حصین بن نمیر جیسے افراد پر دنیا تنگ ہو گئی تو آپ نے مروان کے بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دی اور حصین بن نمیر کو مفت غلّہ فراہم کیا۔

مدینہ میں چار سو غرباء کے گھرانے تھے جہاں رات کی تاریکی میں سامان غذا پہونچایا کرتے تھے، اور اس طرح پشت مبارک پر سامان اُٹھانے کا واضح نشان پڑ گیا تھا۔

صحیفہ کاملہ

امام سجادؑ کی زندگی میں جتنی اہمیت آپ کی نمازوں اور عبادتوں کو حاصل ہے اتنی ہی اہمیت آپ کی دعاؤں کو بھی حاصل ہے اور شاید کسی معصوم سے بھی اس طرح کی دُعائیں نقل نہیں ہوئی ہیں جس طرح کی عظیم دُعائیں امام سجادؑ سے نقل کی گئی ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ جناب ابو حمزہ ثمالی کی دعائے سحر جس میں درسِ معرفت کے ساتھ عرض مدعا کی وہ کیفیت پائی جاتی ہے جس کا غیر معصوم نہ تصور کر سکتا ہے اور نہ وہ سلیقہ پیدا کر سکتا ہے۔

صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے جس کے مطالعہ سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی دعاؤں کا فلسفہ وہ نہیں تھا جو ہمارے یہاں کی دعاؤں کا ہوا کرتا ہے کہ انسان غرض کے موقع پر ہاتھ پھیلا کر معبود سے کچھ زندگانی دنیا کا سامان طلب کر لے اور پھر کام نکل جانے کے بعد مصلیٰ لپیٹ دے یا دست دعا گرا لے۔ بلکہ آپ اپنی دعاؤں کو عرض مدعا سے زیادہ عرض بندگی کا ذریعہ قرار دیتے تھے کہ فلسفہ دعا دراصل غرض برآری نہیں ہے۔ بلکہ وہ احساس عظمت ربوبیت اور ذلت عبودیت کے مجموعہ کا نام ہے کہ جب تک انسان میں مالک کی عظمت اور اپنی کمزوری کا مکمل احساس نہ پیدا ہو، اس کی دعا، دعا کہے جانے کے قابل نہیں ہے۔

اور جب یہ احساس پیدا ہو جائے گا تو انسان سراپا دُعا بن جائے گا کہ کسی وقت بھی نہ مالک کی عظمت کمزوری میں تبدیل ہو سکتی ہے اور نہ اپنی کمزوری بے نیازی میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ، اگر تمھاری دعائیں نہ ہوتیں تو پروردگار تمھاری طرف توجہ بھی نہ کرتا۔ اور روایات میں اسی اعتبار سے دعا کو "مغزِ عبادت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امام سجادؑ کی دعاؤں میں ایک نکتہ یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آپ نے دعا کو صاحبانِ ایمان کے

کے لیے تعمیر کردار اور ظالمین کے خلاف احتجاج کا بہترین ذریعہ قرار دیا ہے اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ ان مطالب کا اعلان فرما دیا ہے جن کا اعلان دوسرے انداز سے ممکن نہیں تھا۔ یا واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ جو کام امیرالمومنینؑ نے اپنے خطبوں سے لیا ہے وہ کام امام سجادؑ نے اپنی دعاؤں سے لیا ہے، اور اس طرح واضح کر دیا ہے کہ علیؑ کا کام پیغام الٰہی کا پہونچا دینا اور ظلم کے خلاف احتجاج کرنا ہے اور بس حالات سازگار ہو جاتے ہیں اور مخاطب مل جاتے ہیں تو یہ کام ان کی طرف رخ کر کے خطبہ کی شکل میں انجام دیا جاتا ہے اور حالات ناساعد ہو جاتے ہیں اور زمانہ منھ موڑ لیتا ہے تو اس سے منھ پھیر کر مالک کائنات کو مخاطب بنا کر اس سے حالات کی فریاد کی جاتی ہے اور اس طرح حالات کی تنقید کو دعاؤں کی شکل میں ایک دستاویز بنا کر محفوظ کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ آپ کی دعائے روز جمعہ یا اور دیگر دعاؤں سے مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

دلائلِ امامت

اعلانات واعترافات

روزِ قیامت میرے اُس فرزند کو زین العابدین کے لقب سے پکارا جائے گا۔ (رسول اکرمؐ)

امام زین العابدینؑ سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان نہیں دیکھا گیا۔ (سعید بن المسیب) مطالب السؤل

جو روایت زہری امام زین العابدینؑ سے منسوب کرے وہ بہترین سند کی مالک ہے۔

(ابن ابی شیبہ) طبقات الحفاظ

امام زین العابدینؑ روایات میں انتہائی محتاط، صادق اللہجہ اور معتمد علیہ تھے۔ وہ فقہاء اہلبیتؑ میں شمار ہوتے تھے۔ (دمیری) حیوٰۃ الحیوان

آپ کے جلال و جمال کی بنا پر ہر دیکھنے والا تعظیم پر مجبور ہو جاتا تھا۔ (وسیلۃ النجاۃ)

آپ علم و زہد و عبادات میں امام حسینؑ کی زندہ تصویر تھے۔ (صواعق محرقہ)

آپ سے زیادہ عبادت گذار اور فقیہ نہیں دیکھا گیا۔

کرامات

حبابہ والبیہ ۔ جو امیرالمومنینؑ کے دور کی ایک محترم خاتون تھیں اور انھوں نے امیرالمومنینؑ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ بازار کوفہ میں حرام مچھلی بیچنے والوں اور ڈاڑھی منڈوں کو اپنے تازیانہ سے ہنکا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ تم لوگ بنی مروان کے لشکر ہو کر ڈاڑھی منڈاتے ہو اور مونچھیں بڑھاتے ہو۔ یہی خاتون ایک مرتبہ امیرالمومنینؑ کی خدمت میں ثبوت امامت حاصل کرنے کے لیے آئیں تو آپ نے سنگ ریزوں پر مہر امامت ثبت کر دی اور اسی کو علامت قرار دیدیا اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خدمت میں آئیں اور یہی ثبوت لے گئیں، یہاں تک کہ امام سجادؑ کا دور آیا تو ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئیں۔ آپ نماز میں مشغول تھے۔ حبابہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو آپ نے ایک

اشارہ سے روک دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حبابہ پلٹیں تو ان کی جوانی بھی واپس آگئی اور اس کے بعد امام رضاؑ کے دورِ حیات تک زندہ رہیں۔

● امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جب بعض لوگوں نے جناب محمد حنفیہ کو امام ماننا شروع کر دیا تو وہ امام سجادؑ کو ساتھ لے کر اظہارِ حقیقت کے لیے خانہ کعبہ تک آئے اور حجرِ اسود کو سلام کیا جس کا کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد جب امام سجادؑ نے سلام کیا تو حجرِ اسود نے آپ کی امامت کی گواہی دے دی اور اس طرح حق واضح ہو کر سامنے آگیا۔

● بلخ کا رہنے والا ایک شخص اکثر آپ کی زیارت کے لیے آیا کرتا تھا اور اپنے ہمراہ کچھ تحفہ بھی لایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ زوجہ نے کہا کہ تم ہمیشہ تحفہ لے جاتے ہو لیکن ادھر سے کوئی جواب نہیں ملتا ہے۔ اتفاق سے اس مرتبہ وہ امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کھانا نوش فرما رہے تھے۔ آپ نے اسے شریکِ طعام کر لیا اور آخر میں ہاتھ دُھلوانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا کہ یہ خدمت میں انجام دوں گا۔ اس کے بعد جب وہ ہاتھ دُھلانے لگا تو آپ اس دھوون کے بارے میں برابر سوال کرتے رہے اور وہ اسے پانی بتاتا رہا اور آپ اُسے جواہرات میں تبدیل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب طشت جواہرات سے پُر ہو گیا تو فرمایا اسے لے جا کر اپنی زوجہ کو دے دینا تاکہ اسے کوئی شکایت نہ رہ جائے۔ اس شخص نے واپس آکر زوجہ کو جواہرات دیے تو وہ حیرت زدہ رہ گئی کہ انھیں غیب کی اطلاع کس طرح ہو گئی اور دوسرے سال شوہر کے ہمراہ زیارت کے لیے روانہ ہو گئی۔ راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس نے آکر امام کو اطلاع دی۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور وہ زائرہ زندہ ہو گئی اور امام کی خدمت میں آکر گواہی دی کہ یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے ملک الموت سے روح کی واپسی کا تقاضا کیا تھا۔

واضح رہے کہ اس واقعہ میں کوئی بات ناقابلِ یقین نہیں ہے جو خدا کہ ملک الموت کے ذریعہ روح قبض کرا سکتا ہے وہ واپس بھی کرا سکتا ہے اور جو عیسیٰ بن مریم کو احیاءِ موتیٰ کی کرامت دے سکتا ہے وہ فرزندِ زہراؑ کو بھی دے سکتا ہے جب کہ آپ کی قربانیاں دینِ خدا کے لیے جناب عیسیٰ کی قربانیوں سے یقیناً زیادہ تھیں۔

● ہشام بن عبد الملک اپنے باپ کے دورِ حکومت میں حج کے لیے آیا تو حجرِ اسود تک نہ پہونچ سکا اس کے بعد امام سجادؑ آئے تو انھیں خود بخود راستہ مل گیا۔ جس پر لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا لا اعرفہ تو فرزدق کو جوش آگیا اور انھوں نے برجستہ امامؑ کی شان میں ایک قصیدہ پڑھ دیا جس کے نتیجہ میں اس نے انھیں مقام عسفان پر قید کر دیا اور جب امامؑ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ۱۲ درہم بطورِ انعام روانہ کیے۔ فرزدق نے معذرت کی کہ میں نے فی سبیل اللہ اشعار کہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمھارا اجر اپنے مقام پر محفوظ ہے لیکن یہ خدمت تو ہماری اپنی ذمہ داری ہے۔

دربارِ یزید میں خطبۂ امام سجادؑ

بعد الحمد والثناء۔ ایہا الناس! ہمیں چھ صفتیں عطا کی گئی ہیں اور ہمیں سات باتوں کے ذریعہ فضیلت دی گئی ہے:

ہماری صفتیں علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت اور مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔ اور ہمارے اسبابِ فضیلت یہ ہیں کہ رسول مختارؐ ہمیں میں سے ہیں۔ صدیق (علیؑ)، طیار (جعفرؑ)، اسد اللہ (حمزہؑ)، سیدۃ نساء العالمین (فاطمہؑ)، سبطینِ امت و سیدا شباب اہل الجنۃ (حسنینؑ) ہمارے ہی بزرگ ہیں۔ جس نے مجھے پہچان لیا اس نے پہچان لیا اور جس نے نہیں پہچانا اس سے اپنا تعارف کرا رہا ہوں۔

میں مکہ و منیٰ کا فرزند ہوں، میں زمزم و صفا کا لال ہوں، میں اُس کا فرزند ہوں جس نے ردا میں زکوٰۃ کو اٹھا کر غریبوں تک پہونچایا ہے، میں بہترین لباس و ردا والے کا فرزند ہوں، میں بہترین زمین پر قدم رکھنے والا کا لال ہوں۔ میں بہترین طواف و سعی کرنے والے اور بہترین حج و تلبیہ ادا کرنے والے کا لال ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جسے براق پر سوار کیا گیا، میں اس کا لال ہوں جسے راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے جایا گیا اور کیا بے نیاز اور پاکیزہ صفات ہے وہ لے جانے والا۔ میں اس کا لال ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک اپنے ساتھ لے گئے، میں اس کا فرزند ہوں جس نے تقرب کی تمام منزلیں طے کر کے اپنے کو دو کمانوں کے فاصلہ تک پہونچا دیا، میں اس کا لال ہوں جس نے ملائکہ کے ساتھ نماز ادا کی، میں اس کا فرزند ہوں جس سے ربِ جلیل نے وحی کے ذریعہ راز کی باتیں کیں۔ میں محمد مصطفےٰؐ کا لال ہوں، میں علی مرتضیٰؑ کا فرزند ہوں، میں اس کا لال ہوں جس نے کفار کی ناک رگڑ دی یہاں تک کہ کلمہ پڑھ لیا، میں اس کا وارث ہوں جس نے رسولِ اکرمؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی، دو نیزوں سے نیزہ بازی کی، دو

قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو بیعتوں میں حصہ لیا اور دو ہجرتیں کیں، اس نے بدر و حنین کے معرکے سر کیے اور ایک پلک جھپکنے کے برابر شرک نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا فرزند ہوں، میں وارث النبیین، قاتل الملحدین، یعسوب المسلمین، نور المجاہدین، زین العابدین، تاج البکائین، اصبر الصابرین، افضل القائمین من آل یٰسین و رسول رب العالمین کا فرزند ہوں، میں اس کا لال ہوں جس کی جبرئیل کے ذریعہ تائید اور میکائیل کے ذریعہ مدد کی گئی، میں حرم مسلمین کے محافظ کا لال ہوں، میں بیعت شکن، منحرف اور دین سے نکل جانے والوں سے جہاد کرنے والے، نواصب سے جنگ کرنے والے اور تمام قریش میں سب سے زیادہ بلند تر انسان کا وارث ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے سب سے پہلے دعوت الٰہی پر لبیک کہی، سب سے پہلا صاحب ایمان تھا، ظالموں کی کمر توڑنے والا، مشرکین کو ہلاک کرنے والا، منافقین کے حق میں سہم ترکش الٰہی، کلمہ عابدین کی زبان، دین خدا کا مددگار، امر خدا کا ولی، حکمت الٰہی کا باغ، علم الٰہی کا خزانہ، جواد و کریم زیرک و زکی، رضی و مرضی، مجاہد و باہمت، صابر و روزہ گزار، مہذب و نیک کردار، بہادر و شجاع، اصلاب کا قطع کرنے والا، دشمنوں کی صفوں کا برہم کر دینے والا، سب سے زیادہ مطمئن قلب، سب سے زیادہ صاحب اختیار، سب سے زیادہ فصیح و بلیغ، سب سے زیادہ صاحب عزم و عزیمت، سب سے زیادہ صاحب حوصلہ و ہمت، شیر نیستان شجاعت، باران رحمت، میدان جنگ میں نیزوں کی باہمی آویزش اور گھوڑوں کی باہمی دوا دوش کے موقع پر ظالموں کو پیس ڈالنے والا اور انھیں ذرات کی طرح ہوا میں اڑا دینے والا، حجاز کا شیر، صاحب اعجاز، عراق کا سردار، نص و استحقاق کا امام، مکی و مدنی، ابطحی، تہامی، بدری و احدی، بیعت شجرہ و ہجرت کا مجاہد، عرب کا سردار، میدان جنگ کا شیر، مشعرین کا وارث، سبطین کا والد، مظہر عجائب و غرائب، برہم کن جمعیت لشکر، شہاب ثاقب، نور عاقب، اسد اللہ الغالب، مطلوب کل طالب، غالب کل غالب تھا یعنی میرا جد علیؑ بن ابی طالب۔

میں فاطمہ زہراؑ، سیدۃ النساء، طاہرہ بتول، بضعۃ الرسولؐ کا فرزند ہوں۔

اس کے بعد مصائب کربلا کا ذکر کر کے دربار میں انقلاب برپا کر دیا اور گویا ظالم کے دربار میں فضائل و مصائب پر مشتمل ایک مکمل تقریر کر دی جو اس جہت سے نامکمل رہ گئی کہ ظالم

یزید نے اذان کے ذریعہ ذکر مصائب کو مکمل نہ ہونے دیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ فضائل کی تکذیب آسان ہے لیکن مصائب کے درد کا روکنا آسان نہیں ہے۔

مذکورہ خطبہ میں جو بات قابل توجہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ امامؑ نے ابتدا میں تمام اسلامی آثار کا تذکرہ کر کے اپنی وراثت کا ذکر کیا اور اس کے بعد اپنے کو وارث رسولؐ قرار دیا اور پھر اپنے بزرگوں کے فضائل کا تذکرہ کیا کہ دیکھیں ظالم ان میں سے کس حصہ کو چیلنج کرتا ہے ـــ لیکن تاریخ کربلا گواہ ہے کہ یزید خطبہ کے کسی حصہ کو چیلنج نہیں کر سکا بلکہ اس نے اذان شروع کرا دی جو امامؑ کی فتح مبین کا اعلان تھا کہ رسالت کو بنی ہاشم کا کھیل کہنے والا أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ کہلوا رہا ہے اور امامؑ نے اسی مقام پر اپنے حق کا اعلان کر کے رسالت کے ساتھ ذکر امامت کی بنیاد ڈال دی جس کا سلسلہ بحمد اللہ آج تک قائم ہے اور درباروں کے فنا ہو جانے کے بعد بھی مظلومیت کی بنیادیں استوار ہیں۔

زین العابدین بارگاہ معبود میں!

دعا کرنا بظاہر انتہائی آسان ہے اور واقعاً انتہائی مشکل ہے۔ دنیا کا کون سا انسان ہے جو محتاج نہیں ہے، اور کون سا محتاج ہے جو کسی سے طلب نہیں کرتا ہے۔ درحقیقت اسی طلب کا نام دُعا ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ جو ناواقف اسرار طلب ہیں وہ محتاجوں سے مانگتے ہیں۔ اور جنھیں طلب کا سلیقہ میسر آتا ہے وہ بے نیاز سے مانگتے ہیں۔ محتاجوں سے مانگنے کا نام خوشامد، تملق، تعریف بے جا، تواضع بے محل اور استدعا والتماس ہے۔ اور بے نیاز سے مانگنے کا نام دعا ہے ــ بے نیاز نے خود کسی کو اپنا نمائندہ بنا دیا ہے تو اس سے مانگنا مذکورہ بالا عناوین سے خارج ہے کہ یہ درحقیقت بے نیاز ہی سے طلب کرنا ہے اور مانگنے والا جانتا ہے کہ یہ افراد اس کے مقابلہ میں حاجت روائی کے دعوے دار نہیں ہیں بلکہ اس کی نمائندگی میں حاجت روائی کا کام انجام دیتے ہیں اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ اگر ایک فرشتہ اس کی طرف سے جان لینے پر مامور ہو سکتا ہے تو ایک بندہ جان دینے پر بھی مامور ہو سکتا ہے۔ اس امکان سے کوئی صاحبِ عقل انکار نہیں کر سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس قسم کے واقعات کی دنیا الگ ہے اور اس پر بحث کرنے کے لیے بڑی تفصیل درکار ہے۔

دعا جس قدر آسان ہے کہ تقاضائے فطرت، عادت بشر اور مزاج انسانی کے عین مطابق ہے اسی قدر مشکل بھی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سہل ممتنع اگر کوئی چیز ہے تو وہ دعا ہی ہے جو الفاظ کے اعتبار سے انتہائی آسان ہوتی ہے اور اسرار کے اعتبار سے انتہائی مشکل۔

دعا کے لیے جس قدر آداب درکار ہیں، جو پاکیزگی نفس ضروری ہے اور جس طرح کے تصوّرات لازم ہیں ان کا حاصل کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ دعا، مرکز دعا کی معرفت پر موقوف ہے، اور معرفت زندگی کا عظیم ترین مرحلہ ہے جسے

مولائے کائنات نے ابتدا دین اور بنیاد مذہب قرار دیا تھا۔ معرفت کے بعد بارگاہ کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرنا اس سے سخت ترین مرحلہ ہے اور ان تمام مراحل کے بعد طلب میں صدق نیت پیدا کرنا اور ایک انتہائی دشوار گذار مرحلہ ہے۔ ورنہ عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ مانگنے والا، بظاہر خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے رہتا ہے لیکن نظر کسی حاکم کے اقتدار، کسی دولتمند کی جیب، کسی صاحب خیرات کے جود و کرم پر لگی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دعا کا نام دعا نہیں ہے اور گہرائیوں پر غور کیا جائے تو یہ توہین دعا ہے ــ دعا معبود پر اعتماد کا نام ہے ـــ اور دوسروں پر نگاہ رکھنا بداعتمادی کی علامت ہے۔ بعض روایات میں تو یہ تک مضمون وارد ہوا ہے کہ اگر کسی شخص کو دعا کی قبولیت پر اعتماد نہ ہو اور وہ صرف حسب عادت یا برائے تجربہ دعا مانگ رہا ہے تو وہ معبود کی توہین کا مرتکب ہو رہا ہے۔ دنیا کے کسی صاحب کرم کے بارے میں بے اعتمادی اس کے کرم کی توہین ہے تو معبود کے کرم کے بارے میں بے اعتمادی کتنی بڑی توہین کا باعث ہوگی۔ اور تجربہ تو اصلاً حدودِ اسلام سے باہر ہے۔ بھلا کس بندہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ پروردگار سے مانگ کر اس کے کرم کی آزمائش کرے اور یہ دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ "تماشائے اہلِ کرم" دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض علمارِ کرام نے یہ تاکید کی ہے کہ اپنی دعاؤں میں ائمہ معصومینؑ کے الفاظ کا اتباع کرو اور اس کی معنویت پیدا کرنے کی کوشش کرو کہ تمھارے الفاظ اس کی بارگاہ کے لیے نامناسب ہو سکتے ہیں لیکن ان کے الفاظ میں یہ نقص نہیں ہے۔ وہ کامل الایمان اور کامل المعرفۃ تھے وہ جو الفاظ استعمال کر دیں گے وہ یقیناً بارگاہ کے شایانِ شان ہوں گے۔ اور اس سے مدعا کے حصول کی راہ ہموار ہوگی بلکہ انھیں الفاظ سے انسان اپنے اندر سلیقۂ معرفت بھی پیدا کر سکتا ہے۔

واضح الفاظ میں یوں کہا جائے کہ ہماری دعائیں نتیجۂ معرفت ہیں اور معصومینؑ کی دعائیں درسِ معرفت۔ ہم وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جو ہماری معرفت کا نتیجہ ہوتے ہیں اور انھوں نے وہ الفاظ استعمال کیے ہیں جن سے ہم معرفت باری کی راہیں متعین کر سکتے ہیں۔ "یا من دلّ

علیٰ ذاتہ بذاتہ۔ (اے وہ معبود جس نے خود اپنی ذات کی طرف رہنمائی کی ہے) وہ خود ہی راہ نما بھی ہے اور منزل بھی۔

یہ جملہ معرفت کا ایک سمندر ہے کہ اگر دعا میں یہ فقرہ نہ آگیا ہوتا تو انسان کے سامنے معرفت کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ مخلوقات سے خالق کو پہچانے اور کائنات کی عظمت سے مالک کائنات کی بزرگی و برتری کا اندازہ لگائے۔ لیکن امامؑ کے اس ایک فقرہ نے معرفت کا ایک نیا راستہ کھول دیا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ مخلوقات میں خالق کو پہچنوانے کی وہ صلاحیت نہیں ہے جو معرفت خود خالق کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے ـــ یہ اور بات ہے کہ یہ مرتبہ ہر ایک کو حاصل نہیں ہے۔ اس کی طرف اشارہ دعائے صباح میں مولائے کائنات نے کیا تھا اور اس کے بعد اس کی مکمل تشریح دعائے ابوحمزہ ثمالی میں امام زین العابدینؑ نے کی ہے، سرکار سید الشہداءؑ نے دعائے عرفہ میں اسی حقیقت کی طرف بہت سے اشارے فرمائے ہیں اور معرفت کے بے شمار راستے کھول دیے ہیں۔

دعاؤں کے سلسلہ میں معصومین کے الفاظ و کلمات کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ بھلا کس کی مجال ہے جو ان لفظوں کی بلاغت کا اندازہ کر سکے اور اس کے بعد یہ کہے کہ یہ الفاظ اس معرفت کی مکمل ترجمانی کر رہے ہیں یا معبود کی بارگاہ کے شایانِ شان ہیں۔ صاحبانِ بصیرت کے بیان کے مطابق صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ اس میدان میں جس قدر راہنمائی امام زین العابدینؑ نے کی ہے اور دعا کو جس قدر آپ نے درس و تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے دیگر معصومینؑ کے یہاں اس کی مثالیں نہیں ملتی ہیں اور غالباً اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرے معصومینؑ کو دوسرے ذرائع بھی فراہم ہو گئے تھے اور انھوں نے ان ذرائع کو بھی درس بصیرت اور تبلیغ دین و مذہب کا ذریعہ بنا لیا تھا، یا بعض اوقات انھیں اتنا موقع بھی نہ مل سکا کہ دعاؤں کے ذریعہ اس کارنامہ کو انجام دے سکتے۔

امام زین العابدینؑ کا زمانہ واقعہ کربلا کے بعد ایک انتہائی حساس اور دشوار گذار دور تھا۔ اس دور میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کسی طرح کا مسلح اقدام ممکن نہیں تھا اور ایک عظیم اقدام کا اثر نظر کے سامنے تھا یعنی مذہب نے اپنی زندگی کے لیے خون کا مطالبہ کیا تھا اور وہ مطالبہ پورا کیا جا چکا تھا۔ انقلابی تحریک کے لیے وہ مقدس خون ہی کافی تھا اس کے لیے مزید قربانی کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن امام کے لیے خاموش بیٹھنا بھی ممکن نہیں تھا کہ امام ہدایت خلق کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے آپ نے تصویر کے دوسرے رُخ پر نظر ڈالی کہ یہ صحیح ہے کہ میرا قیام غیر ضروری ہے اور اسلام کو فی الحال میرے خون کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس وقت مظلومیت کے نام پر قوم گوش بر آواز ہے اور الفاظ کی اتنی سخت گرفت ممکن نہیں ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ انھیں الفاظ کے ذریعہ مذہب کی تبلیغ بھی کی جائے اور مظلومیت کی ترویج کا کام بھی انجام دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہ شکل خطبہ ممکن نہیں تھا کہ خطبہ میں مسلح اقدام کے اعتراض کے امکانات پائے جاتے تھے اور ایک خونی سانحہ ممکن تھا جس کی اس وقت مشیت پروردگار کو ضرورت نہیں تھی اس لیے آپ نے دعاؤں کا راستہ اختیار کیا اور انھیں دعاؤں کے ذریعہ تمام مراحل تبلیغ و ترویج مکمل کر لیے۔

آپ کے الفاظ اس قدر جامع، موثر اور مطابق مقصد و مدعا تھے کہ صاحبانِ حاجت آپ کی دعاؤں پر مکمل اعتماد کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے ایک شاگرد نے آپ کی ایک دعا کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا کہ اس دعا کے ذریعہ مدعا حاصل نہ ہو تو دعا کرنے والے کو مجھ پر لعنت کرنے کا حق ہے۔ یعنی یہ دعا بارہا کی آزمائی ہوئی ہے اور جب بھی اس کے سہارے مدعا طلب کیا گیا ہے ضرور حاصل ہوا ہے۔ اب انسان کا فرض ہے کہ ان پاکیزہ الفاظ کے لیے پاکیزہ زبان اور پاکیزہ قلب فراہم کرے تاکہ اس کے اثرات و نتائج سے بہرہ یاب ہو ـــ اور حقیقت یہ ہے کہ امامؑ کی اس دعا کا لہجہ، اسلوب اور انداز اس قسم کا ہے کہ دعا کرنے والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مدعا ضرور حاصل ہوگا۔

"خدایا! میں تجھے کیسے پکاروں کہ میری حیثیت معلوم ہے (میں میں ہوں) اور تجھ سے کس طرح امیدیں منقطع کروں کہ تیرا کرم بھی معلوم ہے کہ (تو تو ہے) ـــ خدایا! میں تجھ سے سوال نہیں بھی کرتا ہوں تو عطا کرتا ہے۔ بھلا ایسا کون ہے جس سے سوال کروں تب ہی عطا کر دے ـــ خدایا! تجھے نہیں بھی پکارتا ہوں تو تو دعائیں قبول کر لیتا ہے۔ اب تیرے علاوہ کون ہے جو مانگنے ہی پر دیدے۔ خدایا! تجھ سے تضرع و زاری نہیں بھی کرتا ہوں تو تو رحم کرتا ہے، اب تیرے علاوہ کون ہے جو کم از کم تضرع و زاری ہی پر رحم کر دے ـــ خدایا! جس طرح تو نے سمندر میں راستہ بنا کر موسیٰؑ کو نجات دی ہے

میری التماس یہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر رحمتیں نازل فرما اور مجھے بھی میری پریشانیوں سے نجات دیدے اور میرے لیے فی الفور سہولت و آسانی کا راستہ کھول دے ۔ اسے ارحم الراحمین ! تجھے تیرے فضل و کرم کا واسطہ !

ان الفاظ سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انسان اس اخلاص و صدق نیت کے ساتھ دعا کرے اور اپنے دل میں واقعتاً یہ جذبات پیدا کرلے اور دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر ہر فرعونِ وقت کے مقابلہ میں غریب الوطن موسیٰؑ کی طرح صرف ذاتِ واجب پر بھروسہ کرلے تو کس طرح ممکن ہے کہ سمندروں میں سے راستہ نہ نکل آئے اور فرعون جیسے ظالموں سے نجات نہ مل جائے اور وہ ظالم غرقاب نہ ہو جائیں ۔

آج جب کہ بر و بحر مصائب کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور سمندر سرچشمۂ رحمت ہونے کے بجائے سرچشمۂ آلام و مصائب بن گئے ہیں ان دعاؤں، ان الفاظ، ان کلمات اور ان معارف و جذبات کی شدید ترین ضرورت ہے ۔ رب کریم ہم سب کو اس انداز دعا سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے مشرف کرے جن میں سب سے اہم دعا وارث زین العابدینؑ کے ظہور اور قبر زین العابدینؑ کے آبادی کی دعا ہے ۔ خدایا ! حجت آخر کے ظہور میں تعجیل فرما اور بقیع کے ویران قبرستان کو آباد فرما ۔ !

اسلام میں دُعا کی اہمیت اور اس کے آداب

دُعا :

اے پیغمبرؐ ! کہہ دو کہ تمھاری دعا نہ ہوتی تو پروردگار تمھاری طرف توجہ بھی نہ کرتا ۔ (قرآن کریم)

ہم سے دعا کرو، ہم قبول کریں گے ۔ دعا کی منزل میں اکڑ جانے والے ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل کیے جائیں گے ۔ (قرآن کریم)

میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو کہہ دو کہ میں بہت قریب ہوں اور سب کی دعائیں سن لیتا ہوں ۔ (قرآن کریم)

کیا میں تمھیں ایسے اسلحہ کا پتہ دوں جو دشمن سے بچا سکے اور روزی کو فراواں کرسکے؟ یہ اسلحہ دعا ہے ۔ (رسول اکرمؐ)

دعا مومن کی سپر ہے اور جب دروازہ دیر تک کھٹکھٹایا جائے گا تو بالآخر کھل جائے گا ۔ (امیرالمومنینؑ)

مبتلائے مصیبت سے زیادہ سزاوارِ دعا وہ صاحب عافیت ہے جو بلا کے خطرہ سے محفوظ نہیں ہے ۔ دونوں کو برابر سے دعا کرنا چاہیے ۔ (امیرالمومنینؑ)

دعا ردِّ بلا کا مستحکم ترین ذریعہ ہے ۔ (امام زین العابدینؑ)

دعا سے قضا پلٹ جاتی ہے ۔ (امام محمد باقرؑ)

رات بھر نماز پڑھنے والے سے رات بھر دعا کرنے والا افضل ہے ۔ امام صادقؑ ۔ (نماز میں ریاکاری اور غفلت کا امکان ہے ۔ دعا اخلاص اور توجہ چاہتی ہے ۔ جوادی)

دعا تیز ترین نیزہ سے زیادہ موثر ہے ۔ (امام صادقؑ)

دعا ردِّ بلا کا ذریعہ ہے ۔ (امام کاظمؑ)

انبیاء کے اسلحہ کو اختیار کرو جس کا نام دعا ہے ۔ (امام رضاؑ)

آداب و اسبابِ استجابتِ دُعا

١۔ انسان باوضو دعا کرے۔

٢۔ خوشبو استعمال کرے۔

٣۔ رو بہ قبلہ ہو۔

٤۔ حضور قلب کے ساتھ دعا کرے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ حضور قلب دعا کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

٥۔ خدا سے حسن ظن رکھے کہ وہ کریم ہے۔ سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرے گا۔

٦۔ دعا سے پہلے صدقہ دے۔

٧۔ فعل حرام یا قطع رحم کی دعا نہ کرے۔

٨۔ گڑگڑا کر دعا کرے۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ ایسی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ پروردگار بندوں سے گڑگڑانے کو بُرا سمجھتا ہے اور اپنے سامنے گڑگڑانے کو دوست رکھتا ہے۔

٩۔ حاجتوں کو بیان کرے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ خداوند ہر ایک کی حاجت جانتا ہے مگر یہ چاہتا ہے کہ انسان خود بھی بیان کرے۔

١٠۔ مخفی انداز سے دعا کرے۔ امام رضاؑ کا ارشاد ہے کہ مخفی انداز کی ایک دعا علانیہ ستّر دعاؤں سے بہتر ہے۔

١١۔ اپنی دعا میں دوسرے مومنین کو بھی شامل کرے۔ مرسل اعظمؐ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اپنی دعاؤں میں دوسرے مومنین کو بھی شامل رکھو۔

١٢۔ اجتماعی طور پر دعا کرے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ جس جگہ ۴۰ مومنین جمع ہو کر دعا کریں گے وہ دعا ضرور قبول ہوگی اور ۴۰ ممکن نہ ہوں تو چار آدمی دس مرتبہ دعا کریں، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک آدمی ۴۰ مرتبہ دعا کرے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک آدمی دُعا کرے اور باقی لوگ آمین کہیں۔

امام محمد باقرؑ کا طریقہ تھا کہ آپ مشکلات میں گھر کے بچوں اور عورتوں کو جمع کر کے فرماتے تھے کہ میں دعا کروں تم سب آمین کہو۔ (اگرچہ امامؑ کی دعا آمین کی محتاج نہ تھی لیکن یہ امت کی تربیت کا بہترین سلیقہ تھا۔ جوادی)

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں، دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں شریکِ دعا سمجھے جاتے ہیں۔

١٣۔ بارگاہِ احدیت میں اپنی ذلت، عاجزی اور کمزوری کا اظہار کرے کہ پروردگار نے جناب موسیٰؑ کی طرف وحی کی ہے کہ مجھ سے لرزتے ہوئے دعا کرو، اپنے چہرہ کو خاک پر رکھو، میرے سامنے باقاعدہ سجدہ کرو اور کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگو اور خوف زدہ دل کے ساتھ مجھ سے مناجات کرو۔

١٤۔ دعا سے پہلے حمد و ثنائے الٰہی کرے۔ امیرالمومنینؑ فرماتے ہیں کہ دعا سے پہلے خدا کی بزرگی کا اقرار کرو اور یہ کہو: "اے وہ پروردگار جو رگِ گردن سے زیادہ قریب ہے، جو انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، جو انتہائی بلند منظر پر ہے، جس کا مثل کوئی نہیں ہے۔ اے بہترین عطا کرنے والے اور بہترین مرکزِ سوال! ۔ اے بہترین رحم کرنے والے!۔ کہ ان الفاظ کے ذریعہ دعا قبولیت سے قریب تر ہو جاتی ہے۔ (یہ الفاظ دلیل معرفت عبد ہیں۔ جوادی)

١٥۔ دعا سے پہلے صلوات پڑھے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ صلوات کے بغیر دُعا بارگاہِ احدیت تک نہیں پہونچ سکتی۔ بغیر صلوات کی دعا، دعا کرنے والے کے سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔ دعا کے قبل و بعد صلوات پڑھو تاکہ خداوند اسی صلوات کے طفیل میں تمھاری دعا بھی قبول کر لے اس لیے کہ صلوات کی دعائے رحمت رد نہیں ہو سکتی۔

١٦۔ دعا کے بعد بھی صلوات پڑھے۔

١٧۔ خدا کو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے حق کا واسطہ دے۔

١٨۔ وقتِ دعا گریہ کرے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ کسی ضرورت میں دعا کرنا ہو تو پہلے اوصافِ خدا بیان کرو۔ پھر صلوات پڑھو اور پھر گریہ کرو چاہے ایک ہی آنسو ہو۔ امام باقرؑ فرماتے

ہیں کہ بندے کے تقرب کا بہترین وقت وہ ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں گریہ وزاری کرتا ہے۔ تاریکیٔ شب میں قطرۂ اشک سے زیادہ محبوب کوئی شے نہیں ہے۔ رب العالمین نے جناب عیسیٰؑ سے فرمایا کہ اپنی آنکھوں سے مجھے آنسو دو اور اپنے قلب سے خشوع دو۔

امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن تین آنکھوں کے علاوہ سب آنکھیں روتی ہوں گی۔ (۱) وہ آنکھ جو نامحرم سے محفوظ رہی ہے۔ (۲) وہ آنکھ جو اطاعتِ خدا میں بیدار رہی ہے۔ اور (۳) وہ آنکھ جس نے تاریکیٔ شب میں خوفِ خدا سے گریہ کیا ہے۔

اسحاق بن عمار نے امام صادقؑ سے عرض کی کہ دعا کے لیے رونا چاہتا ہوں تو آنسو نہیں نکلتے اور عزیزوں کو یاد کرتا ہوں تو آنسو نکل آتے ہیں۔ اب کیا کروں؟ فرمایا پہلے عزیزوں کو یاد کرو اور جب دل بھر آئے تو دعا کرو کہ ایسے وقت میں دعا قبول ہوگی۔

واضح رہے کہ محرماتِ شریعت سے پرہیز کیے بغیر گریہ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ جیسا کہ آغازِ بیان میں عرض کیا گیا ہے کہ ظالمین کی سلامتی کی دعا کے ساتھ گریہ ریاکاری ہے تضرع وزاری نہیں ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ صرف رو لینے اور آنسو بہا لینے کا نام خوفِ خدا نہیں ہے۔ جب تک محرماتِ اسلام اور معصیتِ خداوندی سے پرہیز نہ کیا جائے۔ یہ جھوٹا خوف ہے اور اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ جوادی)

۱۹۔ دعاؤں سے پہلے گناہوں کا اقرار کرے۔ کہ اس طرح خوف پیدا ہوگا، دل نرم ہوگا، آنکھ نم ہوگی اور دعا قبول ہوگی۔

۲۰۔ ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ رہے۔

۲۱۔ بلا نازل ہونے سے پہلے دعا کرے۔ مرسل اعظمؐ فرماتے ہیں کہ تم راحت میں خدا کو پہچانو وہ مصیبت میں تمھارے کام آئے گا۔

۲۲۔ برادرانِ ایمانی سے التماسِ دعا کرے۔ کہ رب کریم مومن کی دعا مومن کے حق میں قبول کرتا ہے۔

۲۳۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ مرسلِ اعظمؐ فرماتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرو جس طرح مسکین کریم سے کھانا مانگتا ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں پناہ مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھاؤ تو ہتھیلی قبلہ کی طرف رہے اور رزق کے لیے دعا کرو تو ہتھیلی آسمان کی طرف رہے۔ اور دشمن کے مقابلہ میں دعا کرو تو دونوں ہاتھ سر سے زیادہ اونچے رہیں۔

۲۴۔ برادرانِ مومنین کے حق میں دعا کرے۔

۲۵۔ دعا قبول ہو یا نہ ہو برابر دعا کرتا رہے۔ شاید کہ تاخیر میں مصلحتِ پروردگار ہو، اور دعا محبوبِ پروردگار ہے لہذا محبوب عمل کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔

۲۶۔ دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر ملے۔ بلکہ سر اور سینہ پر بھی ہاتھ پھیرے۔

۲۷۔ دعا کے خاتمہ پر ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے۔

۲۸۔ دعا کے بعد اپنے کردار کو پہلے سے بہتر بنائے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد کے اعمال دعا کو قبولیت سے روک دیں۔

۲۹۔ دعا کے ساتھ تمام محرمات اور معاصی کو ترک کر دے کہ بدنیتی، خبثِ باطن، نفاق، نماز کا تاخیر کر دینا اور والدین کی نافرمانی دعا کو قبولیت سے روک دیتی ہے۔

۳۰۔ بندوں کے جملہ حقوق ادا کر کے دُعا کرے ورنہ جس کے ذمہ کسی کا حق ہوگا اس کی دُعا قبول نہ ہوگی۔

۳۱۔ وقتِ دعا ہاتھ میں عقیق یا فیروزہ کی انگوٹھی ہو۔

۳۲۔ دعا کی عبارت بھی غلط نہ ہو کہ اس کا بھی اثر ہو سکتا ہے۔

اسبابِ استجابتِ دُعا

دعا کے ان آداب کے ساتھ ان اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے جن کے ذریعہ دُعا قبولیت سے قریب تر ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق کبھی زمان سے ہوتا ہے اور کبھی مکان سے، اور کبھی افعال و احوال سے۔ مثال کے طور پر زمان کے اعتبار سے بہترین وقتِ دعا، شبِ جمعہ، روزِ جمعہ، آخر روزِ جمعہ، آخرِ شب، ماہِ رمضان، شب ہائے قدر، شبِ عرفہ، روزِ عرفہ، شبِ بعثت، روزِ بعثت، شبِ عید فطر و اضحیٰ، شبِ عید غدیر، روز ہائے عید، شبِ اول رجب، شبِ نیمہ شعبان،

شب نیمہ رجب، روز نیمہ رجب، روز ولادت پیغمبرؐ، وقت زوال، وقت باران رحمت، وقت طلوع فجر تا طلوع آفتاب، وقت اذان۔

(کاش متبرک اوقات میں رسمی خوشیوں اور گناہوں کے بجائے دعاؤں کی پابندی کی جاتی اور اس کے برکات سے فائدہ اٹھایا جاتا۔ مگر ہمارا معاشرہ ابھی ان حقیقتوں سے دور ہے۔ قدیم استعماری ماحول سے نجات ملے گی تو یہ سارے حقائق سامنے آجائیں گے۔ جوادی)

مکان کے اعتبار سے۔ مسجد، خانۂ کعبہ، میدان عرفات، میدان مزدلفہ، روضۂ رسولؐ، حائر امام حسینؑ، مشاہد مقدسہ دعا کے لیے بہترین مقامات ہیں۔ افعال و احوال کے اعتبار سے نماز کے بعد کی دعا۔ مریض کی دعا عیادت کرنے والے کے حق میں، سائل کی دعا معطی کے حق میں، روزہ دار، بیمار، حاجی، عمرہ کرنے والے، مظلوم، مومن محتاج، وقت افطار، ماں باپ کی دعائے خیر اور دعائے بد دونوں قبولیت سے زیادہ قریب رہتی ہیں۔

بعض دُعائیں قبول نہیں

جو شخص گھر میں بیٹھ کر بغیر محنت و مشقت وسعت رزق کی دعا کرے۔
جو شخص بیوی کے حق میں بد دعا کرے حالانکہ طلاق کا اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے۔
جو شخص قرض دار کے انکار پر بد دعا کرے حالانکہ گواہ فراہم کرنے کا حق اس کے ہاتھ میں تھا۔
جو شخص ایک مرتبہ رزق خدا کو برباد کر کے دوبارہ رزق کی دعا کرے۔
جو شخص مکان بدل سکتا ہو اور ہمسایہ کے حق میں بد دعا کرے۔
جو شخص گناہوں پر مصر ہو، بندوں پر ظلم کرتا ہو، مال حرام کھاتا ہو اور پھر دعا کرے کہ ایسی دُعا کرنے والے ملعون ہوتے ہیں ان کی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ (مفتاح الجنات علامہ محسن الامین عاملیؒ)

مذکورہ بالا شرائط، آداب اور اسباب کو دیکھنے کے بعد یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ معصومینؑ کی دعا رد کیوں نہیں ہوتی اور ان کا ہر مدعا کس طرح پورا ہو جاتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ مصلحت الٰہی کے عارف اور رموز مشیت کے دانا ہیں وہ اس قوی ترین اسلحہ کو جا و بیجا استعمال نہیں کرتے بلکہ اس کے محل استعمال سے مکمل طور پر واقف ہیں اور مشیت الٰہی کو دیکھے بغیر استعمال نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں ادنیٰ تکلیف پہونچ جاتی ہے تو ہم تباہی اور بربادی کی دُعا شروع کر دیتے ہیں اور وہ نرغۂ اعدا میں گھرنے کے بعد بھی قوم کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ ہم اپنی برتری کے اظہار کے لیے دعا کا استعمال کرنا چاہتے ہیں اور وہ دین خدا کی صداقت و حقانیت کے لیے مباہلہ کا ارادہ کرتے ہیں۔

دعا کی اہم ترین ضرورت اور دعا کرنے والے کی عظیم ترین معرفت کو دیکھنا ہو تو کربلا کے میدان میں دیکھئے جہاں ہر مصیبت، ہر آفت، ہر بلا مصیبت زدہ انسان کو بد دعا کی دعوت دے رہی ہے۔ ہر قربانی ماں کو اپنے لال کی سلامتی کی دعا پر مجبور کر رہی ہے۔ ہر اُجڑتی ہوئی مانگ، مٹتی ہوئی جوانی، برباد ہوتا سہاگ بد دعا پر آمادہ کر رہا ہے۔ لیکن نہ کوئی ماں اذن امام کے بغیر بچہ کی سلامتی کی دعا کرتی ہے۔ نہ کوئی خاتون اپنے گود کے خالی کرنے والے، اپنے سہاگ کو اُجاڑنے والے اور اپنے باغ تمنا کو برباد کرنے والے کے حق میں بد دعا کر رہی ہے۔ بلکہ ہر ایک کی زبان پر صبر، استقامت، قبولیت قربانی اور فوز عظیم کی دعا ہے۔ اور کیوں نہ ہوتا اس قافلہ کا قافلہ سالار وہ دانائے رموز مشیت، ناز پروردہ رسول الثقلینؐ ہے جس نے جوان بیٹے کا لاشہ اٹھایا، ۳۴ سال کے بھائی کو رویا، بھانجوں اور بھتیجوں کا داغ دیکھا، احباب و انصار کے لاشے اٹھائے، چھ مہینے کے بچے کی قربانی دی، کمسن بچی کو روتا چھوڑ کر میدان میں گیا، ماں کے گریہ کی آواز سُنی، باپ کو میدان میں جام کوثر بکف دیکھا، نانا کو برہنہ سر تباہ حال دیکھا، کونین میں تہلکہ اور تلاطم کا مشاہدہ کیا اور ان سب مصائب کے ہجوم میں پیشانی خاک پر رکھی تو یہی کہا کہ خدایا! میں نے اپنے وعدے کو پورا کر دیا اب تو بھی نانا کی امت کی بخشش کا خیال رکھنا۔ ایسے ہی وقت میں شاعر نے حالات کی ترجمانی کی ہے کہ جب فرزندِ رسولؐ نرغۂ اعدا میں گھر گیا، زہراؑ کا چاند شام کی فوجوں کے بادل میں چھپ گیا، آسمان کی نگاہیں حسینؑ کو تلاش کرنے لگیں:

عرش پرسید قرار دلِ کونین کجا است
آسماں گفت کہ مشغولِ دعا است حسینؑ

دعائے سحر ابو حمزہ الثمالی

باسمہ سبحانہ

دُعائے سحر جناب ابو حمزہ ثمالی

جناب ابو حمزہ ثمالی کا اسم گرامی ثابت بن دینار تھا۔ کوفہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کے زاہدوں میں شمار ہوتے تھے۔

قبیلہ ثُمالہ کی طرف منسوب ہیں جو بنی ازد کی ایک شاخ ہے۔ اس قبیلہ کو ثمالہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ثمالہ کے معنی بقایا کے ہیں اور اس قبیلہ نے ایک جنگ میں شرکت کی۔ جس میں سارا قبیلہ کام آگیا صرف چند افراد باقی رہ گئے جنھیں ثمالہ کہا جاتا تھا۔

فضل بن شاذان کی روایت ہے کہ امام رضاؑ نے انھیں اپنے دور کا سلمان فارسی قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ انھوں نے چار اماموں کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ، امام جعفر صادقؑ اور موسیٰ کاظمؑ۔

امام جعفر صادقؑ نے ابو بصیر سے فرمایا کہ ابو حمزہ سے ملاقات کرنا تو میرا اسلام کہدینا اور کہنا کہ تم فلاں مہینہ میں فلاں دن انتقال کر جاؤ گے۔ ابو بصیر نے عرض کی کہ وہ آپ کے واقعی شیعوں میں ہیں؟ فرمایا بیشک میرے پاس جو کچھ بھی ہے تم لوگوں کے لیے خیر ہے۔ ابو بصیر نے عرض کی مولا! کیا آپ کے شیعہ آپ کے ساتھ رہیں گے؟ فرمایا، بے شک اگر ان کے دل میں خوفِ خدا و رسول ہے اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں تو یقیناً وہ ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوں گے۔ (جوادی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعائے سحر ابو حمزہ الثمالی

خدایا! اپنے عتاب کے ذریعہ ہماری تنبیہ نہ کرنا اور ہمیں اتنی چھوٹ نہ دے دینا کہ ہم دھوکہ میں پڑ جائیں۔ ہمارے پاس خیر کہاں سے آئے گا اس کا مرکز تو تیری ہی ذات ہے اور ہم نجات کیسے پائیں گے اس کا اختیار تو تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

خدایا! نیک کردار بندے بھی تیری نصرت و امداد سے بے نیاز نہیں ہیں اور بدعمل انسان بھی تیرے اختیار سے باہر نہیں ہیں۔ پروردگار! پروردگار! ہمارے پروردگار! ہم نے تجھے تیرے ہی ذریعے سے پہچانا ہے اور تو نے ہی ہماری رہبری کی ہے ورنہ تو نہ ہوتا تو ہم کیا جانتے کہ تو کون ہے۔

تعریف ہے بس اس خدا کی جس کو پکارتا ہوں تو سن لیتا ہے۔ اگرچہ میں اُس کے بُلانے پر دیر کرتا ہوں اور تعریف ہے اس خدا کی جس سے عرضِ حاجت کرتا ہوں اور بلا سفارش راز دل کہتا ہوں۔ تو حاجت روائی کر دیتا ہے۔ اگرچہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔

میں اُس کے علاوہ کسی کو نہیں پکارتا کہ سب رد کر دیتے ہیں اور اُس کے سوا کسی سے آس نہیں لگاتا کہ سب مایوس کر دینے والے ہیں۔

شکر ہے کہ اُس نے اپنے حوالے رکھ کر عزت دی ہے ورنہ لوگوں کے حوالے کر دیتا تو لوگ ذلیل کر دیتے۔ وہ بے نیاز ہو کر بھی ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم کو یوں برداشت کرتا ہے جیسے ہم نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ وہ سب سے زیادہ قابل تعریف اور لائق شکر ہے۔

پروردگار! تیری طرف آنے والوں کے راستے ہموار ہیں اور تیری عطا کے چشمے لبریز ہیں۔ تیرے امیدواروں کی استعانت عام ہے اور تیرے فریادیوں کے لیے دروازے کھلے

ہوئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تو امیدواروں کا حاجت روا اور فریادیوں کا فریاد رس ہے۔ تیرے جود و کرم کی التماس اور تیرے فیصلوں پر راضی رہنا ہی تمام بخیلوں کے انکار کا بدل ہے اور تمام صاحبانِ حیثیت کے اختیارات سے آزادی ہے۔

پروردگار! تیری طرف آنے والوں کی مسافت بہت کم ہے اور تو اپنے بندوں سے پوشیدہ نہیں ہے جب تک اعمال درمیان میں پردہ نہ ڈال دیں۔

میں اپنے مقاصد اور اپنی حاجتیں لے کر تیری طرف آرہا ہوں تجھی سے فریاد ہے اور تیری ہی دعا کا وسیلہ ہے۔ میں نہ قبولیت کا حق رکھتا ہوں اور نہ معافی کا حق دار ہوں۔

صرف تیرے کرم اور تیرے صادق الوعد ہونے کا سہارا ہے۔ تیری توحید پر ایمان اور تیری معرفت کا یقین مطمئن بنائے ہوئے ہے کہ تیرے سوا کوئی پالنے والا اور کوئی معبود نہیں ہے تو تنہا اور لاشریک ہے۔

پروردگار! تیرا ہی فرمان ہے اور تو ہی صادق الوعد ہے اور تیرا ہی یہ قولِ برحق ہے کہ "فضلِ خدا کا سوال کرو، وہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے"۔ اور معبود یہ تیری صفت نہیں کہ سوال کا حکم دے اور پھر عطا نہ کرے جب کہ تو تمام اہلِ مملکت کو بار بار بلا طلب عطا کرنے والا ہے۔

تو نے بچپنے میں ہمیں اپنی نعمتوں میں پالا ہے اور بڑے ہونے پر نام آور بنایا ہے۔

اے دنیا میں احسان، فضل و نعمت سے پالنے والے اور آخرت میں عفو و کرم کا اشارہ دینے والے! میری یہ معرفت ہی میری رہنما ہے اور میری محبت ہی میری شفیع ہے۔ مجھے اپنے رہنما کی رہنمائی پر اعتماد اور اپنے شفیع کی شفاعت پر بھروسہ ہے۔

پروردگار! تجھے اس زبان سے پکار رہا ہوں جسے گناہوں نے گونگا بنا دیا ہے اور تجھ سے اس دل سے مناجات کر رہا ہوں جسے جرائم نے برباد کر دیا ہے۔

پروردگار! میری اس دعا میں خوف بھی ہے اور رغبت بھی۔ گناہوں کو دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور کرم کو دیکھتا ہوں تو پُرامید ہو جاتا ہوں۔

معبود۔ تو معاف کردے گا تو بہترین رحم کرنے والا ہے اور عذاب کرے گا تو ظالم نہیں ہے بلکہ انصاف کرنے والا ہے۔

میں اپنے بُرے اعمال کے باوجود تیرے جود و کرم کے واسطے سے مانگنے کی جرأت کر رہا ہوں اور میری بے حیائی کے باوجود میرا سہارا تیری رحمت اور تیری مہربانی ہے۔

مجھے امید ہے کہ میں ان حالات میں بھی ناامید نہ ہوں گا تو اب میری امیدوں کو پورا کر، اور میری دعاؤں کو سُن لے۔ اے بہترین دعاؤں کے مرکز اور عظیم ترین امیدوں کے مصدر۔

پروردگار! میری امیدیں عظیم ہیں اور میرے اعمال بدترین ہیں۔ مجھے اپنے عفو و کرم سے بقدرِ امید دے اور میرے بدترین اعمال کا محاسبہ نہ فرما کہ تیرا کرم گناہ گاروں کی مجازات سے بالاتر ہے اور تیرا حلم کوتاہ عملوں کی مکافات سے بلند تر ہے۔

پروردگار! میں تیرے فضل و کرم کی پناہ لینے کے لیے تیری طرف بھاگ کر آیا ہوں۔ اب تو اس حُسنِ ظن کی لاج رکھ لے اور اپنے وعدۂ مغفرت کو پورا کر دے۔

میں کیا اور میری اوقات کیا؟ تو ہی اپنے فضل و کرم و مغفرت سے بخش دے۔

پروردگار! اپنی پردہ پوشی سے مجھے عزت دے اور اپنے کرم سے میری تنبیہ کو نظر انداز فرما دے کہ تیرے علاوہ کسی اور کو ان گناہوں کا علم ہوتا تو میں کبھی گناہ نہ کرتا اور تیرے عذاب میں بھی عجلت کا خیال ہوتا تو میں گناہوں سے پرہیز کرتا۔ نہ اس لیے کہ تیری ہستی معمولی اور تیری ذات ناقابلِ توجہ ہے (معاذ اللہ) بلکہ اس لیے کہ تو بہترین پردہ پوش، کریم، مہربان، عیوب کا چھپانے والا، گناہوں کا بخشنے والا اور غیب کا جاننے والا ہے۔ تو اپنے کرم سے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اور اپنے حلم سے عذاب کو ٹال دیتا ہے۔

پروردگار! علم کے بعد بھی اس حلم پر تیرا شکر ہے اور قدرت کے بعد بھی اس مہربانی پر تیرا احسان ہے۔ مجھے یہی حلم گناہوں کی ہمت دلاتا ہے اور یہی پردہ پوشی بے حیائی کی دعوت دیتی ہے۔ یہی عظیم رحمت اور وسیع مغفرت کا خیال معصیت کی طرف تیز رفتاری سے بڑھنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔

اے حلیم و کریم! اے حی و قیوم! اے گناہوں کے بخشنے والے! اے توبہ کے قبول کرنے والے! اے عظیم احسان کرنے والے اور ہمیشہ سے کرم عام کرنے والے! اب وہ تیری پردہ پوشی کہاں ہے، اب وہ تیری عظیم معافی کہاں ہے، وہ کشائشِ احوال کہاں ہے،

وہ فریاد رسی کہاں چلی گئی، وہ وسیع رحمت، وہ عظیم عطیے، وہ بلند ترین برتاؤ، وہ فضل عظیم، اور احسان قدیم سب کہاں ہیں۔

اے کریم! اپنے کرم سے بچالے، اپنی رحمت کے ذریعے نجات دیدے۔

اے محسن و منعم! میرا اعتماد نجات کے بارے میں اپنے اعمال پر نہیں ہے بلکہ تیرے فضل و کرم پر ہے۔ تو اہل تقویٰ اور اہل مغفرت ہے، بلا مانگے نعمتیں عطا کرتا ہے اور گناہ بھی بخش دیتا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کس کس چیز کا شکریہ ادا کروں۔ نیکیوں کے مشہور کر دینے کا یا برائیوں پر پردہ ڈال دینے کا؟ بہترین عطیوں کا یا مصیبتوں سے نجات دلانے کا؟ اے محبت کرنے والوں کے دوست اور پناہ گزینوں کی خنکی چشم۔ تو ہمارا محسن ہے اور ہم تیرے گناہ گار۔ اب ہماری برائیوں کو اپنے رحم و کرم کے ذریعہ درگزر فرما۔

ہماری کون سی جہالت ہے جو تیرے کرم سے زیادہ وسیع ہو جائے اور کون سا زمانہ ہے جو تیری مہلت سے زیادہ طویل ہو جائے۔ تیری نعمتوں کے مقابلے میں ہمارے اعمال کی کیا قیمت ہے اور تیرے کرم کے سامنے ہم اپنے اعمال کو کیا شمار کریں۔ گناہ گاروں کے لیے تیری وسیع تر رحمت تنگ نہیں ہو سکتی۔ اے وسیع مغفرت کرنے والے اور دونوں ہاتھوں سے عطا کرنے والے میرے مالک تو اپنے دروازے سے دھتکار بھی دے گا تو میں کہیں جاؤں گا نہیں اور تجھ سے امید لگائے رکھوں گا اس لیے کہ مجھے تیرے جود و کرم کا عرفان ہے اور یہ معلوم ہے تو صاحب اختیار ہے۔ جس پر چاہے عذاب کر سکتا ہے اور جس پر جس طرح چاہے رحم کر سکتا ہے۔ نہ کوئی تیرے ملک میں مدِّ مقابل ہے اور نہ تیرے امر میں شریک۔ نہ تیرے حکم کا مخالف ہے اور نہ تیری تدبیر میں رکاوٹ پیدا کرنے والا، خلق و امر سب تیرے ہاتھ میں ہے اور تو صاحب برکت اور عالمین کا پروردگار ہے۔

پروردگار! میری منزل تیری پناہ کے طلب گار، کرم کے امیدوار، احسان کے آشنا، اور نعمت کے شناسا کی سی ہے۔ تو وہ سخی ہے جس کے یہاں معافی کی کمی نہیں اور فضل کا نقص نہیں اور رحمت کی قلت نہیں۔ ہم تیرے عفو و درگزر، فضل و رحمت کا یقین رکھتے ہیں اور تو

یقیناً ہمارے یقین کو جھوٹا نہیں کرے گا اور ہماری امید کو نا امید نہیں کرے گا۔ کریم تیرے بارے میں یہ بدگمانی نہیں ہے۔ ہم تجھ سے بہت کچھ امید رکھتے ہیں اور بہت کچھ امید لگائے بیٹھے ہیں۔

ہم نے گناہ کیا ہے اور ہمیں پردہ پوشی کی امید ہے۔ تجھے پکارا ہے اور تیرے سُن لینے کا یقین ہے۔ ہماری امید کو پورا فرما کہ ہمیں اپنے اعمال کا تقاضا بھی معلوم ہے۔ لیکن یقین بھی ہے کہ رحمت کے حقدار ہوں یا نہ ہوں تو ضرور رحم کرے گا۔ تو اپنے فضل و کرم سے ہم جیسے تمام گنہگاروں پر مہربانی کرتا ہے۔ ہمارے اوپر بھی اپنی شان کے مطابق رحم فرما کہ ہم تیری عطا کے محتاج ہیں۔

اے خدائے غفّار! ہم نے تیرے نور سے ہدایت پائی ہے اور تیرے فضل کی بدولت مستغنی ہو گئے ہیں۔ تیری نعمتوں میں صبح و شام گذار رہے ہیں اور ہمارے گناہ تیری نظر کے سامنے ہیں۔ اُن کے بارے میں توبہ و استغفار کر رہے ہیں۔ تو نعمتیں دے کر ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم گناہ کر کے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تیرا خیر برابر ہماری طرف آ رہا ہے اور ہمارا شر برابر تیری طرف جا رہا ہے۔

فرشتہ برابر تیری بارگاہ میں ہماری بداعمالیوں کا دفتر لے کر حاضر ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تیری نعمتوں میں کمی نہیں آتی اور تو برابر فضل و کرم کر رہا ہے۔

تجھ جیسا حلیم، عظیم اور کریم کون ہے۔ تیرے سب نام پاکیزہ، تیری ثنا جلیل، تیری نعمتیں بزرگ اور تیرے افعال کریمانہ ہیں۔ تیرا فضل و کرم وسیع اور تیرا حلم و تحمل اس بات سے عظیم تر ہے کہ تو ہمارے افعال کا مقابلہ کرے۔ پروردگار! میرے مالک! میرے پروردگار! ہمیں معاف کر دے، ہمیں بخش دے اور ہماری مغفرت فرما۔

ہمیں اپنے ذکر میں مشغول رکھ، اپنے عذاب سے محفوظ رکھ، اپنی ناراضگی سے پناہ دے۔ اپنے عطایا سے سرفراز فرما، اپنے فضل و کرم کو ہمارے شامل حال کر، ہمیں حج بیت اللہ اور زیارت قبر پیغمبرؐ نصیب فرما کہ تو قریب بھی ہے اور مجیب بھی ہے۔

پروردگار! ہمیں اطاعت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ ہمیں اپنی شریعت اور اپنے

رسولؐ کی سیرت پر اس دنیا سے اٹھانا۔

ہمیں اور ہمارے والدین کو بخش دے اور اُن پر اس طرح رحمت نازل فرما جس طرح انھوں نے بچپنے میں ہمیں پالا ہے۔ اُن کے احسان کے بدلے میں احسان اور گناہوں کے بدلے میں مغفرت عطا فرما۔ زندہ و مُردہ، حاضر و غائب، مرد و عورت، صغیر و کبیر، غلام و آزاد سب کی مغفرت فرما۔ کسی کو تیرے برابر قرار دینے والے جھوٹے، گمراہ اور خسارہ میں ہیں۔

پروردگار محمدؐ وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما۔ ہمارا خاتمہ خیر پر کر۔ دنیا و آخرت کے مشکلات میں ہماری مدد فرما۔ کسی بے رحم کو ہمارے اوپر مسلط نہ فرما دینا، ہمیں اپنے حفظ دامان میں رکھنا، اور اپنی نعمتوں کو ہم سے سلب نہ کرلینا، ہمیں رزق واسع و حلال و طیب عطا فرما، اپنی حراست و حفاظت میں رکھ۔ حج بیت اللہ اور زیارت قبر رسولؐ و ائمہ طاہرینؑ کی توفیق عطا فرما اور ہمیں ان مشاہد مقدسہ اور مقامات شریفہ سے دور نہ رکھنا۔

پروردگار! ایسی توفیق توبہ دے کہ پھر گناہ نہ کروں اور ایسے خیر و عمل خیر کا حوصلہ دے کہ شب و روز تجھ سے ڈرتا رہوں اور تمام زندگی نیکیوں پر عمل پیرا رہوں۔

پروردگار! جب بھی یہ کہتا ہوں کہ اب میں آمادہ ہوگیا اور تیار ہوکر نماز کے لیے کھڑا ہوگیا اور تجھ سے مناجات شروع کردی تو مجھے نماز میں نیند آنے لگتی ہے اور مناجات میں بے کیفی محسوس ہونے لگتی ہے اور جب بھی یہ سوچتا ہوں کہ اب میرا باطن درست ہوگیا ہے اور میری منزل توابین سے قریب تر ہوگئی ہے تو کوئی نہ کوئی مصیبت آڑے آجاتی ہے اور میرے قدموں میں لغزش پیدا کردیتی ہے اور تیری خدمت کی راہ میں حائل ہوجاتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے مجھے اپنے دروازے سے ہٹا دیا ہے اور اپنی خدمت سے دور کردیا ہے یا اپنے حق کا خیال نہ کرنے والا دیکھ کر دربار سے الگ کردیا ہے یا اپنی جانب سے کنارہ کش پاکر مجھے چھوڑ دیا ہے یا جھوٹوں کی صف میں دیکھ کر نظرانداز کردیا ہے یا نعمتوں کا شکر گذار نہ پاکر محروم کردیا ہے۔ یا مجلس علماء سے الگ دیکھ کر ترک کردیا ہے یا غافلوں میں دیکھ کر رحمتوں سے مایوس کردیا ہے یا اہل باطل کا ہم نشیں پاکر اُنھیں کے حوالے کردیا ہے یا میری آواز کو ناگوار قرار دے کر اپنی بارگاہ سے دور کردیا ہے یا میرے جرائم و معاصی کا بدلہ دیا ہے یا

میری بے حیائی کی سزا دی ہے۔

بہرحال اب بھی تو معاف کردے تو حیرت کی بات نہیں ہے کہ مجھ سے پہلے بھی کتنے گنہگاروں کو معاف کرچکا ہے۔ تیرا کرم مقصرین کے انتقام سے بالاتر ہے اور میں تیرے فضل کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے غضب سے تیری رحمت کی طرف بھاگ کر آیا ہوں۔ تیرے وعدۂ معافی کی وفا کا امیدوار ہوں کہ تیرا فضل وسیع اور تیرا حلم عظیم ہے۔ تو اعمال کا بدلہ لینے سے بالاتر ہے۔ پروردگار! میں کیا اور میری بساط کیا؟ اپنے فضل و کرم سے عطا کر اور اپنے عفو کو شامل حال کر اور میری پردہ پوشی سے عزت عطا کر اور اپنی مہربانیوں کی بنا پر سرزنش سے درگذر فرما۔

پروردگار! میں وہی بچہ ہوں جسے تو نے پالا ہے۔ میں وہی جاہل ہوں جسے تو نے علم دیا ہے۔ میں وہی گمراہ ہوں جسے تو نے ہدایت دی ہے۔ میں وہی پست ہوں جسے تو نے بلند کیا ہے۔ میں وہی پیاسا ہوں جسے تو نے سیراب کیا ہے۔ میں وہی برہنہ ہوں جسے تو نے لباس پہنایا ہے۔ میں وہی فقیر ہوں جسے تو نے غنی بنایا ہے۔ میں وہی ضعیف ہوں جسے تو نے قوت دی ہے۔ میں وہی ذلیل ہوں جسے تو نے عزت دی ہے۔ میں وہی مریض ہوں جسے تو نے شفا دی ہے۔ میں وہی سائل ہوں جسے تو نے عطا کیا ہے۔ میں وہی گنہ گار ہوں جس کی تو نے پردہ پوشی کی ہے۔ میں وہی خطاکار ہوں جسے تو نے سنبھالا ہے۔ میں وہی نادار ہوں جسے تو نے بکثرت عطا کیا ہے۔ میں وہی کمزور ہوں جس کی تو نے مدد کی ہے اور میں وہی نکالا ہوا ہوں جسے تو نے پناہ دی ہے۔ میں وہی ہوں جس نے تنہائی میں تجھ سے حیا نہیں کی اور مجمع میں تیرا خیال نہیں کیا۔ میرے مصائب عظیم ہیں۔ میں نے اپنے مولا کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں نے آسمان و زمین کے خدائے جبار کی مخالفت کی ہے۔ میں نے گناہ کے لیے رشوت دی ہے۔ میں نے گناہ کے نام پر تیزی سے سبقت کی ہے۔

میں وہی ہوں جسے تو نے مہلت دی ہے تو میں سنبھلا نہیں۔ پردہ پوشی کی ہے تو میں نے حیا نہیں کی۔ گناہ کیے ہیں تو بڑھتا ہی چلا گیا، اور تو نے نظروں سے گرا دیا تو کوئی پرواہ نہیں کی۔ پھر بھی تو نے اپنے حلم سے مہلت دی اور اپنے پردہ سے عیب پوشی کی جیسے کہ تجھے خبر ہی نہیں ہے کہ میں کیا ہوں اور مجھے گناہوں کے عذاب سے اس طرح بچایا ہے جیسے کہ تجھے خود شرم آگئی ہے۔

پروردگار! میں نے جب بھی گناہ کیا ہے۔ تو میں تیری خدائی کا منکر یا تیرے حکم کا معمولی سمجھنے والا یا تیرے عذاب کے لیے آمادہ یا تیرے وعدۂ عتاب کی توہین کرنے والا نہیں تھا۔ بلکہ صورت حال صرف یہ تھی کہ گناہ سامنے آیا اور نفس نے اسے آراستہ کر دیا۔ خواہشات نے غلبہ پا لیا اور بدبختی نے ساتھ دے دیا۔ تیری عیب پوشی نے سہارا دے دیا اور میں گناہ کر بیٹھا۔

اب تو ہی بتا کہ میں گناہ کر بیٹھا تو تیرے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟ اور کل کون چھٹکارا دلا سکتا ہے اور اگر تو نے ناامید کر دیا تو کس سے امید وابستہ کروں گا؟

میرے سارے اعمال تیرے نامۂ اعمال میں محفوظ ہیں اور اگر تیرے کرم و وسعتِ رحمت کی امید نہ ہوتی تو میں انھیں یاد کر کے مایوس ہو چکا ہوتا لیکن تو سننے والا اور امیدوں کا بَر لانے والا ہے۔

پروردگار! دین اسلام کے حقوق، قرآن کی حُرمت اور رسول عربیؐ، قریشی، ہاشمی، مکی، مدنی کی محبت کے واسطے سے تجھ سے قربت چاہتا ہوں۔ میرے اس انس کو وحشت سے تبدیل نہ فرما دینا اور میرا اجر ان لوگوں جیسا قرار نہ دینا جو کسی اور کی پرستش کرتے ہیں اس لیے کہ ایک قوم نے صرف جان بچانے کے لیے اسلام اختیار کیا تھا تو تو نے ان کا مدعا پورا کر دیا اور ہم تو دل و جان سے ایمان لائے ہیں تاکہ تو ہمیں معاف کر دے تو اب ہماری امیدوں کو بھی پورا فرما اور ہمارے دلوں میں بھی اپنی آس کو ثابت کر دے اور ہدایت کے بعد ہمارے قلوب کو گمراہی سے محفوظ رکھنا۔ ہمیں رحمت عطا فرما کہ تو بہترین عطا کرنے والا ہے۔ پروردگار! تیری عزت کی قسم اگر تو جھڑک بھی دے گا تو ہم تیرے دروازے سے جائیں گے نہیں اور تجھ سے آس نہیں توڑیں گے۔ ہمارے دل کو تیرے کرم کا یقین ہے اور ہمیشہ تیری وسیع رحمت پر اعتماد ہے۔

میرے مالک! بندہ مالک کو چھوڑ کر کدھر جائے اور مخلوق خالق کے ماسوا کس کی پناہ لے۔ پروردگار! تو زنجیروں میں جکڑ بھی دے گا اور مجمع عام میں عطا سے انکار بھی کر دے گا اور لوگوں کو ہمارے عیوب سے آگاہ بھی کر دے گا اور ہمیں جہنم کا حکم بھی دے دے گا اور اپنے نیک بندوں سے الگ بھی کر دے گا تو بھی میں تجھ سے امید کو منقطع نہیں کروں گا اور تیری معافی سے آس نہ توڑوں گا اور تیری محبت کو دل سے نہ نکالوں گا اس لیے کہ میں تیری نعمتوں اور پردہ پوشی

کو فراموش نہیں کر سکتا۔

پروردگار! میرے دل سے محبت دنیا کو نکال دے اور مجھے اپنے منتخب بندے حضرت خاتم النبیینؐ کے ساتھ قرار دے۔ مجھے منزل توبہ تک پہونچا دے اور توفیق دے کہ میں اپنے نفس کے حالات پر گریہ کر سکوں۔ میں نے اپنی عمر کو خواہشات اور بے جا امیدوں میں برباد کر دیا ہے اور اب نیکیوں سے مایوس لوگوں کی منزل میں آگیا ہوں کہ اگر اس عالم میں دنیا سے چلا گیا اور اُس قبر میں پہونچ گیا جسے اپنے آرام کے لیے ہموار نہیں کیا اور اُس میں عمل صالح کا فرش نہیں بچھایا تو مجھ سے بدتر حالت والا کون ہوگا۔

میں کیسے نہ روؤں جب کہ مجھے نہیں معلوم کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ مجھے نفس برابر دھوکہ دے رہا ہے اور روزگار برابر مبتلائے فریب کیے ہوئے ہے۔ موت کے پر میرے بالائے سر جنبش کر رہے ہیں۔ میں کیسے نہ روؤں؟ میں جاں کنی کا تصور کر کے رو رہا ہوں۔ میں قبر کی تاریکی اور لحد کی تنگی کے لیے رو رہا ہوں۔ میں منکر و نکیر کے سوال کے لیے رو رہا ہوں۔ میں اپنی قبر سے برہنہ، ذلیل اور گناہوں کا بوجھ لادے کے نکلنے کے تصور سے رو رہا ہوں۔ جب داہنے بائیں دیکھوں گا اور کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا۔ سب اپنے اپنے حال میں پریشان ہوں گے۔ کچھ نیک بندے ہوں گے جن کے چہرے روشن اور ہشاش بشاش ہوں گے تو (انھیں میری کیا پرواہ) اور کچھ چہرے خود ہی ذلیل اور گرد آلود ہوں گے (تو وہ کیا کریں گے)۔

پروردگار! میرا اعتماد، میرا بھروسہ، میری امید، میرا سہارا صرف تیری ذات ہے تیری رحمت کی آس لگائے ہوں کہ تو جسے چاہتا ہے مرکز رحم بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے کرم سے ہدایت دے دیتا ہے۔ تیرا شکر ہے کہ تو نے دل کو شرک سے پاک رکھا ہے اور زبان کو توبہ کے لیے آزاد رکھا ہے۔ ورنہ یہ گونگی زبان کیا شکر ادا کرے گی اور یہ حقیر اعمال کیا تجھے راضی کریں گے۔ تیرے شکر کے سامنے اس زبان کی کیا حیثیت ہے اور تیری نعمتوں کے مقابلے میں میرے اعمال کی کیا حقیقت ہے۔

پروردگار! تیرے کرم نے آس دلائی ہے اور تیرے شکر نے اعمال کو قبول کیا ہے۔ تیری ہی طرف رغبت ہے اور تجھی سے خوف، تجھی سے امید ہے اور تیری ہی طرف توجہ

کھینچ کر لے جاتی ہے۔ ہمت تیری جناب میں ٹھہر گئی ہے اور تیری نعمتوں کی طرف راغب ہے۔ خالص امید اور خوف تیری ہی ذات سے وابستہ ہے۔ محبت تجھ ہی سے مانوس ہے اور ہاتھ تیری ہی طرف بڑھا ہے۔

خدایا! میرا دل تیری یاد سے زندہ ہے اور میرا درد خوف تیری مناجات سے ٹھہرا ہے۔ میرے مالک! میری امیدوں کے مرکز! میرے سوال کی انتہا! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان جدائی پیدا کر دے۔ میں قدیم ترین امیدوں اور عظیم ترین آسرے کی بنا پر سوال کرتا ہوں کہ تو نے اپنے اوپر رحمت و رافت کو واجب کر لیا ہے۔ سارا امر تیری ذاتِ لاشریک سے وابستہ ہے اور ساری مخلوقات تیرے عیال و اختیار میں ہے۔ سب تیرے سامنے سر جھکائے ہوئے ہیں اور تو رب العالمین اور صاحب برکت ہے۔ پروردگار اُس وقت رحم کرنا جب حجت قطع ہو جائے۔ زبان جواب سے عاجز ہو جائے اور سوال سُن کر ہوش و حواس اڑ جائیں۔

اے عظیم ترین امید کے مرکز فاقہ کی شدت میں مایوس نہ کرنا، اور میری جہالت کی بنا پر مجھے واپس نہ کر دینا اور صبر کی قلت کی بنا پر منع نہ کر دینا۔ میری فقیری کی بنا پر مجھے عطا کرنا اور میری کمزوری پر رحم کرنا۔

خدایا تیرے ہی اوپر اعتماد، بھروسہ اور توکل ہے اور تجھ ہی سے امید وابستہ ہے، تیری رحمت سے وابستگی ہے اور تیری جناب میں ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ تیرے کرم کی بنا پر سوال کر رہا ہوں اور تیری سخاوت کے نام پر مانگنا شروع کر رہا ہوں۔ تیرے پاس فاقوں کا علاج اور غربت کا تدارک ہے۔ تیری معافی کے زیر سایہ قیام اور تیرے جود و کرم پر نگاہ ہے۔ تیرے نیک برتاؤ پر مستقل نظریں جمائے ہوئے ہوں ایسے حالات میں مجھے جہنم میں جلا نہ دینا، اور قعرِ جہنم میں ڈال نہ دینا کہ تو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ہمارے خیالات کو غلط نہ ہونے دینا۔ پروردگار! تجھ پر اعتماد ہے تو ہمارے فقر و فاقہ کو جانتا ہے۔ لہذا اپنے ثواب سے محروم نہ کرنا۔

پروردگار! اگر موت قریب آگئی اور اعمال نے تجھ سے قریب نہیں کیا ہے تو اب گناہوں کے اعتراف کو وسیلہ قرار دیتا ہوں کہ تو اگر معاف کر دے گا تو تجھ سے زیادہ منصفانہ فیصلہ کرنے والا کون ہے اس دنیا میں میری غربت اور وقت موت میرے کرب قبر میں میری تنہائی اور لحد میں میری وحشت

اور وقت حساب میری ذلت پر رحم کرنا اور میرے ان تمام گناہوں کو معاف کر دینا جن کی لوگوں کو اطلاع بھی نہیں ہے اور پھر اس پردہ داری کو برقرار رکھنا۔

پروردگار! اُس وقت میرے حال پر رحم کرنا جب میں بستر مرگ پر ہوں اور احباب کروٹیں بدلوا رہے ہوں۔ اُس وقت رحم کرنا جب میں تختۂ غسل پر ہوں اور ہمسایہ کے نیک افراد غسل دے رہے ہوں۔ اُس وقت کرم کرنا جب تابوت میں اقربا کے کاندھوں پر سوار ہوں۔ اُس وقت مہربانی کرنا جب تنہا قبر میں وارد ہوں اور پھر اُس نئے گھر میں میری غربت پر رحم کرنا تاکہ تیرے علاوہ کسی سے مانوس نہ ہوں۔

میرے مالک! تو اگر مجھے میرے حوالے کر دے گا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور تو سنبھالا نہ دے گا تو میں کس سے فریاد کروں گا۔ تیری عنایت شاملِ حال نہ ہوگی تو میں کس کے سامنے دردِ دل کا اظہار کروں گا اور تو مشکلات میں سکون نہ دے گا تو میں کس سے پناہ مانگوں گا۔

پروردگار! تو رحم نہ کرے گا تو میرا دوسرا کون ہے۔ اور تیرا فضل نہ ہوگا تو میں کس سے امید رکھوں گا۔ وقت نکل جانے پر گناہ سے بھاگ کر کس کی طرف جاؤں گا۔ پروردگار! میں تیرا امیدوارِ کرم ہوں۔ مجھ پر عذاب نہ کرنا۔ میری امیدوں کو پورا کرنا۔ میرے خوف کو تمام کر دینا کہ اتنے گناہوں میں تیری مغفرت کے علاوہ کسی کی امید نہیں ہے۔

پروردگار! میں تجھ سے وہ سوال کر رہا ہوں جس کا میں حق دار نہیں ہوں لیکن تو اہلِ تقویٰ اور اہلِ مغفرت ہے۔ مجھے معاف کر دے اور نگاہِ کرم سے وہ لباس عنایت کر جس سے سارے عیب چھپ جائیں اور پھر کسی گناہ کا حساب نہ ہو۔ تو بہت ہی قدیم ترین محسن ہے۔ عظیم ترین معاف کر دینے والا ہے اور درگذر کرنے والا ہے۔

پروردگار! تو انھیں بھی عطا کرتا ہے جو مانگتے نہیں ہیں۔ تیری خدائی کے منکر ہیں۔ میں تو سوال بھی کر رہا ہوں، یقین بھی رکھتا ہوں کہ خلق و امر سب تیرے ہاتھ میں ہے، تو صاحب برکت اور رب العالمین ہے۔

پروردگار! تیرا بندہ تیرے دروازہ پر کھڑا ہے۔ فقر و فاقہ یہاں تک کھینچ کر لایا ہے۔ دعاؤں سے درِ احسان کو کھٹکھٹایا ہے۔ اب تو اپنا رُخ پھیر نہ لینا اور میری بات سُن لینا۔ میں اِس یقین کے

ساتھ دعا کر رہا ہوں کہ تو رد نہیں کرے گا۔

پروردگارا! کوئی سائل تجھے عاجز نہیں کر سکتا اور کوئی عطا تیرے خزانے میں کمی نہیں کر سکتی۔ تو اپنے قول کے مطابق ہے اور میرے قول سے بالاتر ہے۔

پروردگارا! میں تجھ سے صبرِ جمیل، وسعت قریب، قول صادق اور اجرِ عظیم کا سوال کرتا ہوں۔ میں تجھ سے ہر چیز کا سوال کرتا ہوں چاہے مجھے معلوم ہو یا نہ ہو۔ میں تجھ سے وہ سب کچھ مانگ رہا ہوں جو بندگانِ صالحین نے مانگا ہے کہ تو بہترین مسئول اور سخی ترین عطا کرنے والا ہے۔

میری دعا کو میرے نفس، میرے اہل و عیال، میرے والدین، میری اولاد، متعلقین، برادران سب کے بارے میں قبول فرما۔ میری زندگی کو خوش گوار بنا۔ مروت کو واضح فرما کر میرے حالات کی اصلاح فرما۔ مجھے طولانی عمر، نیک عمل، کامل نعمت اور پسندیدہ بندوں کی مصاحبت عطا فرما جن کی زندگی پاکیزگی اور سرور و کرامت و نعمت میں گذری ہے۔ تیرے پاس ہر شے کا اختیار ہے اور تیرے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

مجھے اپنے ذکر خاص کے لیے مخصوص کر دے اور میرے کسی بھی عمل خیر کو ریاکاری، غرور اور تکبر کا نتیجہ نہ قرار دے۔ مجھے خضوع و خشوع والوں میں شمار کر۔

پروردگارا! مجھے رزق میں وسعت، وطن میں امن و امان، اہل و عیال، مال و اولاد میں خنکی چشم۔ نعمتوں میں قیام۔ جسم میں صحت، بدن میں قوت، دین میں سلامتی اور اطاعت خدا و رسولؐ کا حوصلہ عطا فرما۔ جب تک بھی میں زندہ رہوں ماہ رمضان اور شب قدر میں نازل ہونے والے ہر خیر میں میرا حصۂ وافر قرار دے اور ہر نشر ہونے والی رحمت، ہر لباس عافیت، ہر دفع بلا۔ ہر حسنۂ مقبول اور ہر گناہِ معفو میں میرا حصہ قرار دے۔

مجھے حج بیت اللہ کے لیے اس سال اور ہر سال توفیق دے۔ اپنے فضل و کرم سے رزق واسع عطا فرما۔ برائیوں سے دور رکھ۔ تمام قرضوں اور حقوق کو ادا کر دے کہ کسی شے کی تکلیف نہ رہ جائے۔ دشمنوں اور حاسدوں کے گوش و چشم کو میری طرف سے موڑ دینا اور ان سب کے مقابلہ میں میری مدد فرمانا۔ مجھے خنکی چشم، فرحت قلب عطا فرما۔ ہر رنج و غم سے نکلنے کا راستہ عطا فرما۔ ہر مخالف کے مکر و شر کو زیر قدم قرار دیدے۔ ہر شیطان ہر سلطان، اور بداعمال کے شر سے محفوظ

رکھنا۔ گناہوں سے پاک کر دے۔ جہنم سے نجات دیدے۔ جنت میں جگہ عطا فرما دے۔ حورالعین سے عقد کرا دے کہ یہ سب تیرے فضل و کرم و رحمت و رافت کے نتائج ہیں۔ مجھے اپنے صالح اولیا حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ملا دے جن کے اوپر ہمیشہ تیری رحمت و رافت اور تیرا درود و سلام ہے۔

خدایا! پروردگارا! تیری عزت و جلال کی قسم کہ اگر تو نے مجھ سے میرے گناہوں کا محاسبہ کیا تو میں تجھ سے تیری معافی کا مطالبہ کروں گا۔ اور اگر تو نے مجھ سے میری ذلت کے بارے میں پوچھا تو میں تجھ سے تیرے کرم کے بارے میں سوال کروں گا اور اگر تو نے مجھے جہنم میں ڈال دیا تو میں سب کو بتا دوں گا کہ میں تیرا چاہنے والا تھا۔

پروردگارا! اگر تو صرف اولیا، کرام اور اہل اطاعت ہی کو بخشے گا تو گناہگار کدھر جائیں گے اور اگر صرف اہلِ وفا ہی پر نگاہ کرم کرے گا تو بدعمل کس سے فریاد کریں گے۔

پروردگارا! تجھے معلوم ہے کہ اگر تو مجھے جہنم میں ڈال دے گا تو تیرے دشمن خوش ہوں گے اور جنّت عطا کر دے گا تو تیرا رسولؐ خوش ہوگا اور ظاہر ہے کہ تو اپنے رسولؐ کی خوشی کو دشمن کی خوشی پر مقدم رکھے گا۔

پروردگارا! میرا سوال یہ ہے کہ میرے دل میں اپنی محبت اور اپنا خوف بھر دے۔ مجھے اپنی کتاب کی تصدیق، اپنے اوپر ایمان، اپنا خوف اور اشتیاق عنایت فرما کہ تو صاحبِ جلال و اکرام ہے۔ میری نگاہ میں اپنی ملاقات کو محبوب بنا دے اور اِس ملاقات میں راحت و وسعت و کرامت قرار دے دے۔

پروردگارا! مجھے ماضی کے صالحین سے ملا دے اور آئندہ کے صالحین میں قرار دیدے۔ مجھے صالحین کے راستے پر چلا اور نفس کے مقابلے میں دیگر صالحین کی طرح میری بھی مدد فرما۔ مجھے ثبات قدم عطا فرما، اور جن برائیوں سے نکال دیا ہے ان میں دوبارہ واپس نہ جانے دینا۔

خدایا! مجھے وہ ایمان چاہیے جو تیری ملاقات سے پہلے تمام نہ ہو۔ اسی پر زندہ رہوں اور اسی پر مر جاؤں اور پھر دوبارہ اسی ایمان پر اٹھوں۔ میرے دل کو ریاکاری اور شک و شبہ سے محفوظ رکھنا کہ میرا عمل خالص رہے۔

پروردگار! مجھے دین میں بصیرت، احکام میں فہم، علم میں تفقہ، رحمت کے دُوہرے حصے اور معصیت سے روکنے والا تقویٰ عطا فرما۔ میرے چہرے کو نورانی بنادے۔ میرے اندر ثواب کی رغبت پیدا کر دے۔ مجھے اپنے راستے اور اپنے رسولؐ کے طریقے پر موت عطا فرما۔

پروردگار! میں کسل مندی، کمزوری، غم، بزدلی، بخل، غفلت، سنگ دلی، فقر و فاقہ اور جملہ بلاؤں اور ظاہری و باطنی تمام بداعمالیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

پروردگار! میں اُس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو قانع نہ ہو۔ اُس شکم سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو۔ اس قلب سے پناہ مانگتا ہوں جو خشوع نہ رکھتا ہو۔ اس دُعا سے پناہ مانگتا ہوں جو قبول نہ ہو، اور اُس عمل سے پناہ مانگتا ہوں جو کارآمد نہ ہو۔

پروردگار! میں اپنے نفس، دین، مال اور تمام نعمتوں کے بارے میں شیطان رجیم سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو بہترین سُننے والا اور جاننے والا ہے۔

معبود! تیرے غضب سے پناہ دینے والا کوئی نہیں ہے اور تیرے علاوہ کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے۔ لہذا مجھے عذاب میں مبتلا نہ کرنا، ہلاکت میں واپس نہ کر دینا اور عذاب الیم میں پلٹا نہ دینا۔

پروردگار! میرے اعمال کو قبول فرما۔ میرے ذکر کو بلند فرما۔ میرے درجات کو اعلیٰ قرار دے۔ میرے بوجھ کو ختم کر دے۔ میری خطاؤں کو نظرانداز کر دے۔ میری منزل، میری گفتگو، میری دعا سب کا ثواب جنت اور اپنی رضا کو قرار دیدے۔ میرے تمام مطالب کو پورا فرما اور مجھے اپنے فضل و کرم سے مزید عطا فرما کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں۔

پروردگار! تو نے اپنی کتاب میں ہم سے فرمایا ہے کہ ہم اپنے ظالموں کو معاف کر دیں تو ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو اسے معاف کر دے اس لیے کہ تو مجھ سے زیادہ اس کا حق دار ہے اور تو نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے دروازے سے سائل کو واپس نہ کریں تو ہم تیرے دروازے پر آئے ہیں۔ اب ہمیں بھی بغیر حاجتوں کو پورا کیے ہوئے واپس نہ کرنا۔ تو نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے غلاموں سے نیک برتاؤ کریں ہم بھی تو تیرے بندے ہیں۔ اب تو بھی ہمیں جہنم سے آزاد کر دے۔

اے رنج و غم کی پناہ گاہ اور سختیوں کے فریاد رس! ہم تیری بارگاہ اور تیری پناہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ تیرے علاوہ کسی کی پناہ درکار نہیں ہے اور نہ کسی سے کشائش احوال کی التماس ہے۔ تو فریاد رسی کر۔ رنج و غم کو دور فرما، کہ تو اسیروں کا رہا کرنے والا اور کثیر گناہوں کا معاف کرنے والا ہے۔ میرے مختصر اعمال کو قبول فرما اور میرے کثیر گناہوں کو بخش دے۔ تو بہترین مہربان اور بخشنے والا ہے۔

پروردگار! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو دل میں پیوست ہو جائے۔ اور اُس یقین صادق کا طلب گار ہوں جس کے بعد یہ اطمینان ہے کہ جو میرے حق میں لکھ دیا گیا ہے وہ ضرور پہونچے گا۔ اب اپنی تقسیم سے میری زندگانی کو خوش حال بنادے کہ تو ارحم الراحمین ہے۔